حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ رحمۃ اللہ

ڈاکٹر شیخ فرید

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہؒ

ڈاکٹر شیخ فرید

نیشنل فائن پرنٹنگ پریس

حیدرآباد ۲

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

برہان پور - دار السرور - اپنی قدامت اور تاریخی عظمت کے لحاظ سے ایک خاص اہمیت کا مالک ہے وہ صدیوں علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے یہاں کے علم پرور اور معارف دوست فاروقی سلاطین مغل بادشاہوں اور امیروں کی سرپرستی میں علماء، صلحاء، صوفیاء اور شعراء نے علم و ادب کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور تاریخ کو ترتیب دینے اور سنوارنے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ لیکن اس کے شعراء اور ادباء کی تخلیقات کی طرف سے آج بھی عام بے خبری ہے۔

راقم نے "فارسی ادب کے ارتقاء میں برہان پور کا حصہ" (نثری ادب) کے عنوان سے ناگ پور یونیورسٹی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے ایک مقالہ پیش کیا۔ اس گراں قدر ادبی سرمایہ کی تلاش و ترتیب، تحقیق و تنقید میں یہ پہلی کوشش ہے۔ زیر نظر تالیف اس مقالہ کا ایک حصہ ہے۔

برہان پور کے علماء فضلاء اور صلحاء کے جستہ جستہ حالات تاریخ خورشید جاہی، تاریخ رشیدی، مرات الصفار، مآثر رحیمی، گلزار ابرار، تاریخ برہان پور اور چند مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تذکروں میں ملتے ہیں۔ تاریخ برہان پور میں

چند اہل قلم بزرگوں کی تصانیف کے نام گنا دیئے ہیں۔
نفس مضمون سے متعلق کوئی بات نہیں کہی گئی ہے۔ دو تین بزرگوں کے
ملفوظات کے اردو ترجمے ملتے ہیں۔ اُن میں کرامات اور خوارق عادات
کی تفصیلات کے ہجوم میں ان بزرگوں کے افعال و کردار کی تصاویر
کے اصلی خط و خال پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ مقالہ میں اُن بزرگوں کی
تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کیا گیا ہے۔ ان کے حالات
اور تعلیمات کو ان کی تصانیف کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔
مختلف تذکروں اور تاریخوں میں بکھرے ہوئے سوانحی
مواد کو یکجا کر کے ترتیب دیا گیا ہے۔ نقد و تبصرہ کے دوران
اُن تصانیف میں جو واقعات اور دیگر تصانیف کے حوالے
ملتے ہیں۔ ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔ تمام مواد قلمی کتابوں پر
مبنی ہے۔

برہان پور کے فارسی کے نثری ادب کے سلسلے میں اس کاوش
اور تالیف کا مقصد اس گراں بہا ضخیم ادبی سرمایہ کی نشان دہی کرنا
ہے۔ تاکہ آنے والی نسل اپنا مواد اس سے زیادہ مقدار اور
بہتر شکل میں پیش کر سکے۔

دادیم ترا، ز گنج مقصود نشان
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

مقالہ کی ترتیب و تدوین میں حضرت استاذی نجیب اشرف صاحب

ندوی (مرحوم) کی رہنمائی اور دعاؤں کو بڑا دخل رہا ہے۔ میرے ہموطن
بزرگ مولوی معین الدین صاحب (برہان پور) نے بھی قدم قدم پر میری
رہنمائی کی۔ قلمی کتب اور کتبات کے پڑھنے اور سمجھنے میں انھوں نے
خصوصاً مجھے مدد دی۔ استاذی حشمت اللہ ریاضی (برہان پور)
نے ابتدا ہی سے میری تعلیم و تربیت میں بزرگانہ شفقت سے
کام لیا اور مقالے کے سلسلے میں بھی انھوں نے گراں قدر مشورے
اور مفید ہدایتیں دیں۔ مولوی سید احکام اللہ صاحب (مرحوم) پیش امام
جامع مسجد (برہان پور) پیرزادہ سید حبیب الدین صاحب
اور پیرزادہ سید اکرام الدین صاحب ـــ (سجادہ نشین و
متولّی درگاہ و کتب خانہ حضرت راز الٰہی، برہان پور) ـــ نے
اپنے کتب خانے سے استفادہ کرنے کا موقع دیا۔ اور ہر ممکن
سہولت بہم پہنچائی۔ پیرزادہ سید محمد مطیع اللہ صاحب راشد
برہان پوری ـــ (مقیم کراچی، مرحوم) ـــ نے پیرانہ سالی
اور کمزوری کے باوجود چند نایاب نسخوں کی نقل مرحمت فرمائی
اور آخر دم تک رہنمائی کرتے اور مشورے دیتے رہے۔

مقالہ کی تکمیل میں عجلت کی تنبیہ اور اصرار کے لئے اپنے بزرگوں
ڈاکٹر فیروزالدین صاحب (ناگ پور)، حاجی غلام مرتضےٰ صاحب ناظم وارثی
(مرحوم)، عبدالرشید صاحب (برہان پور) اور اپنے دوستوں ـــ
حاجی صلاح الدین صاحب اور مرزا عابد بیگ صاحب (برہان پور) کا ممنون ہوں

زیرنظر اوراق سب رس (حیدرآباد) میں مقالہ کی شکل میں
قسط وار اشاعت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ موجودہ صورت میں
ان کی اشاعت الحاج پروفیسر محمد اکبرالدین صاحب صدیقی (حیدرآباد)
کے کرم و عنایت کی رہینِ منت ہے۔ اشاعت کے تمام مراحل ان کی
ذاتی دلچسپی اور توجہ سے انجام پائے۔

شیخ فرید

انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
۹۲ دادا بھائی نوروجی روڈ
بمبئی ۱

۲۷ مئی ۱۹۷۵ء

جُندی گروہ

حضرت شیخ قاسم اور ان کا خانوادہ

سندھ کی تباہی و بربادی سے متاثر ہو کر حضرت شیخ قاسم سندھی کا خاندان احمد آباد اور ایلچپور میں مختصر قیام کے بعد برہان پور پہنچا اور اس کی دامن گیر خاک میں اقامت گزین ہوا۔

سندھی علماء و فضلاء کے ترک وطن کے سلسلہ میں اس عہد کے سیاسی حالات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

بابر کے حملہ کے پہلے سندھ میں امن و سکون، خوش حالی اور فراوانی تھی۔ چھوٹی چھوٹی بستیاں علم و فن کا مرکز تھیں، علماء، فضلاء، صوفیا اور ادباء خاموشی اپنے اپنے حلقہ اثر میں علم و فضل کی ترویج و اشاعت میں مصروف اور کوشاں تھے۔ درس گاہوں میں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ خانقاہوں میں انسانوں کے ظاہر و باطن کے تزکیہ اور تصفیہ کی طرف توجہ دی جا رہی تھی۔ خانقاہوں میں مسند نشین صوفیاء گوشہ عزلت میں خاموش زندگی بسر کر رہے تھے۔ قلوب و اذہان کے اطمینان و طمانیت کے باعث اہل علم تصنیف و تالیف میں مصروف تھے۔ جام نظام الدین کا عہد پُر امن اور شعائر اسلامی اور احیائے دین و سنت کا دور تھا۔[1]

---

[1] تاریخ سندھ (عصری صفحہ ...)

بابر کے حملے کے بعد سندھ میں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھے شاہ بیگ ارغون کی مصلحت آمیز مصالحت نے بابر کی فوج کا رُخ سندھ کی طرف سے پھیر دیا۔ ملک میں امن و امان قائم رہا۔ لیکن شاہ بیگ نے اپنے علاقہ کو مضبوط اور مستحکم بنانے کیلئے قرب و جوار کے علاقہ جات کاہان اور باغبانان پر فوج کشی کر کے جام فیروز کو شکست دی اور ان علاقوں پر قابض ہو گیا۔

خوشحال اور آباد علاقوں میں نقود و اجناس کی غارت گری و تباہی کا اندازہ مرزا عیسیٰ ترخان سے حضرت مخدوم جعفر سندھ کے بلند پایہ عالم کے بیان سے ہوتا ہے۔

"در اول زمستان ہزار سوار را مستعد ساختہ از سیوی در ولایت سندھ فرستادند۔ آں جماعت در دہم شہر ذیقعدہ ۹۲۱ھ احدی وعشرین وتسعمایۃ کاہان و باغبانان راہ آمدند۔ تاختند۔ مخدوم جعفر یکے از علمائے سندھ بود۔ از مرزا عیسیٰ ترخان نقل می کردند۔ کہ درین تاخت ہزار اشتر کہ از چرخ ہائے باغات کہ شب کاری کردند بردند و قیاس باید کرد بریں چیز ہائے دیگر را و معموری آن دیار را[۲]"

۹۲۲ھ میں شاہ بیگ نے شہر ٹھٹھہ پر حملہ کر کے جام فیروز کو شکست دی۔ اس کی فوج نے فتح اور طاقت کے نشہ میں ظلم و تشدد

۲۔ تاریخ معصومی صفحہ ۱۱۱

اور قتل وغارت گری میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

علماء صلحاء اور شرفاء کو ذلت وخواری کا سامنا کرنا پڑا اور قید وبند کے مصائب اور شدائد برداشت کرنے پڑے اس دور کے عظیم المرتبت جید فقیہ قاضی قضن بھی اس بلا میں گرفتار ہو گئے[3][4]

اس جنگ کی صلح کے نتیجہ میں سیہوان سے ٹھٹھہ تک کا علاقہ جام فیروز کے قبضہ میں دے کر باقی علاقہ پر خود متصرف اور قابض ہو کر شاہ بیگ ارغون نے سیوستان تلہی۔ بھکر اور الور وغیرہ علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

قتل وغارت گری اور دار وگیر کے ان مسلسل ہنگاموں نے عوام وخواص کی جان ومال اور عزت وآبرو کو خطرے میں ڈال دیا۔ شرفاء۔ علماء اور صلحاء ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔ شاہ بیگ کے انتقال کے بعد جام فیروز اور شاہ حسن (جانشین شاہ بیگ) کی معرکہ آرائیاں اور زیادہ تباہ کن اور ہلاکت آفرین ثابت ہوئیں[4]

علماء۔ فضلاء اور صلحاء ٹھٹھہ۔ بھکر۔ پات اور سندھ سے مکہ۔ گجرات جنوبی ہند وغیرہ کی طرف چلے گئے۔ ان مہاجرین میں قاضی قضن[5] قاضی عبداللہ[6]۔ شاہ جہانگیر ہاشمی[7]۔ مولانا شیخ عبداللہ ابا

---

[3] قاضی قضن۔ گلزار ابرار ورق ۱۸۱ اذکار ابرار ص ۲۷۵ [4] تاریخ معصومی ص ۱۲۷

[5] قاضی قضن۔ اذکار ابرار ص ۲۷۵ / سندھی زبان کے صوفی شاعر مدینہ منورہ میں جابسے گئے۔

[6] قاضی عبداللہ۔ اخبار الاخیار ص ۱۸۰ حوادث روزگار سے تنگ آکر حضور سرور کائنات کے روضہ اقدس کی زیارت کے شوق میں سندھ سے احمد آباد پہنچے اور شیخ علی متقی کی صحبت میں مختصر عرصہ رہنے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے اور توطن اختیار کیا۔ [7] شاہ جہانگیر ہاشمی ۹۲۶ھ میں سندھ سے حجاز روانہ ہوئے اور راستہ میں راہ زنوں نے شہید کر ڈالا۔

مولانا اسعدؒ۸۔ شیخ طاہر محدثؒ۹۔ مخدوم عباسؒ۱۰ اور شیخ طیبؒ۱۱ قابل ذکر ہیں
شیخ طاہرؒ کا خاندان۔ ان کے اعزاز واقربار اور چند احباب کا
قافلہ گجرات (احمد آباد) سے ایلچپور (برار) ہوتا ہوا۔ برہان پور پہنچا۔ جو ان
دنوں دکن میں سب سے زیادہ پرامن اور خوشحال علاقہ اور خاندیش کا
دارالسلطنت تھا۔

برہان پور کے شمالی حصہ میں ان مہاجرین کی آبادکاری کی گئی
اور ان کے آبائی وطن کی نسبت کے لحاظ سے یہ علاقہ محلہ سندھیان
مشہور ہوا اور آج کل سندھی پورہ کہلاتا ہے۔ اس سے تھوڑے فاصلہ
پر ٹھٹھہ کے لوگ جاکر بس گئے۔ شہر کے اس حصّہ صحت کنواں ــ
میں آج بھی "ٹھٹھائی" آباد ہیں۔

برہان پور میں ان مہاجرین کی بڑی عزت کی گئی اور ان کو ہر قسم کی
مراعات دی گئیں۔ محمد شاہ فاروقی ــ والی خاندیش نے کمال احترام
و اعزاز سے شیخ طاہر محدث کا استقبال کیا۔ ان کی اور ان کے متعلقین
کی سکونت کے لئے مکانات اور محلّات پیش کئے اور ایک بڑا علاقہ
ان کو دے دیا۔

برہان پور کے حنفی المسلک فاروقی سلاطین کی معارف پروری

۸؎ شیخ عبداللہ: ۹۱۸ھ میں سندھ سے مدینہ شریف ہجرت کرکے قیام پذیر ہوگئے۔
۹؎ شیخ طاہر محدث ــ شیخ قاسم کے برادر بزرگ اور عم جد اللہ؟
۱۰؎ مخدوم عباس ۔ اذکار ابرار ص ۳۰۶ قصبہ پات سے گجرات کی طرف چلے گئے۔
۱۱؎ شیخ طیب ۔ اذکار ابرار ص ۳۰۷ استاد شاہ عیسٰی جنداللہ؟

افراد داد و دہش کی شہرت علماء۔ فضلاء۔ صلحاء۔ اہل کمال اور صاحبانِ فن کی کشش کا موجب ثابت ہوئی۔ ان بادشاہوں نے علم و فن کی ترویج و اشاعت کے لیے ہر قسم کے باکمالوں اور فن کاروں کو مختلف علاقوں سے جمع کرنے کی کوشش کی۔

عوام و خواص کی درس و تدریس کی خدمت شاہ طاہر محدث کے سپرد ہوئی۔ یہاں انھوں نے رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا۔ رشد و ہدایت کے ان سوتوں سے آج تک روحانی فیض جاری ہے۔ طاہر محل کے آثار اور کھنڈرات اب تک باقی ہیں۔

حدیث و تصوف میں شیخ قاسم کی تصانیف کا ذکر ملتا ہے[۱۲]۔

شیخ طاہر محدث کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ "مجمع السجاد" ان کا شاہ کار ہے۔ تفسیر۔ فقہ۔ حدیث میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ اسی خانوادہ علم و فضل کے چشم و چراغ تھے۔ علم و فن، زہد و ورع میں وہ ممتاز تھے۔ ان کا اصل مقام عرفان و حقیقت کا کنگرہ تھا۔ عین المعانی۔ ان کا شاہ کار اس کا شاہد ہے۔

شاہ موصوف کے برادرِ خورد سلیمان سیفی کی کوئی تصنیف نہیں ملتی فرحی کی کشف الحقایق میں ان کے حالات اور عین المعانی میں ان کی رباعیات ہیں۔

عام طور سے ہر خاندان میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو کم و بیش اس کے تمام افراد میں پائی جاتی ہیں۔ علم و فن میں امتیاز

۱۲۔ تاریخ برہان پور ص ۱۱

اور زہد و تقویٰ کی دین کبھی ایک خاندان میں جمع ہو جاتی ہے۔ شیخ قاسم کے خاندان میں ایسی جامع العلم اور جامع الکمالات شخصیت شاہ عیسیٰؒ کے خلف اصغر۔ شیخ فتح محمد محدث کی تھی۔ وہ جید عالم۔ بلند پایہ ادیب فاضل اجل۔ بے بدل مفسر و فقیہ تھے۔ وحدت الوجود کے اسرار و غوامض پر ان کی نظر گہری تھی۔ عقاید صوفیہ میں ان کی ایک مثنوی کی بازیافت کا سہرا راقم کے سر ہے اور ادو عقائد میں ان کی کئی تصانیف ہیں۔

محدث موصوف کے صاحبزادے شیخ شہاب الدین کی یادگار خلاصۂ فتوح الاولاد ملتی ہے۔ شاہ عیسیٰؒ کے فاضل مرید شیخ اسماعیل کی دو نثری تصانیف۔ کشف الحقایق اور مخزن دعوت اور ان میں منقول چند منظومات ان کی یادگار رہ گئے ہیں۔

ان بزرگوں کی تصانیف کی زبان سادہ اور طرز بیان واضح ہے آیات، احادیث اور اشعار کے حوالے جا بجا ملتے ہیں۔ اشعار کی برجستگی اور زبان کی سلاست نے تصوف کے مضامین کو حلاوت بخش بنا دیا ہے۔

شاہ عیسےٰ جند اللہ رحمۃ اللہ علیہ[1]

دو عیسےٰ است فرخندہ در نسل آدم[2]
یکے ابن مریم دویم ابن قاسم

نام و نسب شیخ عیسٰی نام۔ ابوالبرکات کنیت۔ جند اللہ عین العرفاء مسیح الاولیاء القاب۔ جندی تخلص ہے۔

شیخ اسماعیل فرحی[3] نے کشف الحقائق میں جو سلسلۂ نسب بیان کیا ہے۔ وہ حضرت شہاب الدین سندھی تک پہنچتا ہے۔

"شیخ عیسٰی بن قاسم بن حضرت یوسف بن حضرت ملّا رکن الدین بن حضرت شہاب الدین سندھی"[4]

آبائی وطن حضرت عیسےٰ کے آبا و اجداد کا وطن قصبہ پات (سندھ) تھا۔ اس قصبہ کی آبادی میں ان کے بزرگوں کا ہاتھ تھا۔ اور ان کے قدوم کی برکت سے اس کی آبادی و ترقی میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔

"زاد بوم آباء و اجدادِ مکرم حضرت پیر دستگیر در ملک سندھ قصبہ پات است و بناء آن نیز از بزرگانِ حضرت ایشان است"[5]

۱؎ اس مضمون کا ملخص معارف ستمبر ۱۹۵۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔
۲؎ ثمرات الحیات (قلمی) ورق ۵۳ الف ۳؎ شیخ اسماعیل فرحی۔ مرید حضرت شاہ محمد غوث
۴؎ کشف الحقائق ــ قلمی ورق ۵ ۵؎ کشف الحقائق ورق ۷/الف

ہمایوں کی شکست کے بعد سندھ میں ابتری پھیل جانے کی وجہ سے ہزاروں لوگ اپنے وطن مالوف سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ شیخ قاسم اپنے برادر بزرگ شیخ طاہر محدث کے ہمراہ اپنے وطن سے ہجرت کرکے احمد آباد (گجرات) پہنچے۔

احمد آباد میں قیام

شیخ طاہر محدث کچھ عرصہ کیلئے احمد آباد میں مقیم ہوگئے۔ اُن دنوں صاحب زہد و تقویٰ اور اہل علم و فضل۔ محمد غوث گوالیاری قدس سرہ احمد آباد میں تشریف فرما تھے۔ دور دور تک ان کی عظمت اور رفعیات کا شہرہ تھا۔

پہلی ملاقات میں شیخ طاہر حضرت موصوف کی زبان سے شراب کا نام سن کر اس قدر ناراض ہوئے کہ دکن کی جانب احمد آباد چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"شیشۂ ایشان خوب پاک است چہ نیکو بود شراب دریں انداختہ شود"[۱]

مگر راستہ میں دریا کی طغیانی کے باعث آگے نہ بڑھ سکے اور لوٹنا پڑا۔ لعد میں قرآن کریم میں خمر کے لفظ کو یاد کرکے دوبارہ حضرت محمد غوث کی خدمت میں پہنچے اور ان کی صحبت کیمیا اثر سے بہرہ یاب ہوئے۔ تھوڑے عرصہ میں مراتب و مقدمات عالیہ طے کرکے خلافت شطاریہ سے سرفراز ہوئے۔

"بعد ازاں در صحبت آن حضرت بندگی شیخ طاہر را طے مقامات و مراتب عالی بدرجہ احسن روے نمود و مرید

---

[۱] کشف الحقائق ورق ۸ الف [۲] کشف الحقائق ورق ۱۰ ب

حضرت شیخ شدند و بخلافت چہاردہ خانوادہ معزز گشتند"

احمد آباد میں ان کے زمانۂ قیام کا تعین مشکل ہے۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ سنہ ۹۴۹ھ / سنہ ۱۵۴۲ء اور سنہ ۹۶۲ھ / سنہ ۱۵۵۴ء کے دو تین سال بعد یا بیشتر کا درمیانی زمانہ احمد آباد میں گذرا۔

ایلچپور میں سکونت شیخ طاہر اپنے اعزا اور اقربا کے ساتھ احمد آباد سے ایلچ پور پہنچے۔ یہاں کے حاکم تفاول خاں کی عقیدت اور حسنِ سلوک نے ایلچ پور میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ مدرسۂ عماد شاہیہ میں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ اور شہر کے عوام و خواص ان سے مستفیض ہونے لگے۔

شیخ عیسیٰ کی پیدائش تعلیم اور تربیت دوران ہنگام آبستنی حضرت عیسیٰ کی والدہ نے حضرت سلیمان اور ملا محمد یونس سندھی کو خواب میں دیکھا۔ اس خواب کی تفصیل ان کی زبانی گلزارِ ابرار میں اور ان کی بڑی بہن کی زبانی کشف الحقائق میں مندرج ہے[۱]۔

شیخ طاہر محدث نے اس خوابِ بشارت نقاب کی یہ تعبیر بیان کی کہ خدائے بزرگ ایسا فرزندِ ارجمند عطا کرے گا جس کے دیدارِ پُر انوار سے اہل طلب و ارادت کے قلوب سے ظلمت محو ہو جائیگی اور جس کے نسیم انفاس سے خاص و عام کے غنچہ ہائے امید کو شگفتگی نصیب ہو گی"۔

---

[۱] گلزار ابرار قلمی ۲۴۰ / کشف الحقائق ۱۰ ب

"کہ از دیدارِ پُر انوار او ظلمتِ ہستیٔ اہلِ ارادت وطلب محو ومتلاشی گردد و از نسیم انفاس او غنچۂ امید خاص و عام بہ شگفتن در آید"[۹]

پانچ ذی الحجہ ۹۶۲ھ / ۹۶۳ھ / ۱۵۵۴ء / ۱۵۵۵ء کو شاہ جی ملچپور میں پیدا ہوئے۔

"روز یک شنبہ پنجم ذی الحج سال نہصد و شصت و دو یا سہ در رخشیبی صورت خانہ نقش رنگ نمودار گرفت"[۱۰]

صاحبِ کشف الحقایق - فرحی نے پیدائش کی ساعتِ میمون بھی بیان کی ہے۔

"بعد ازان عنقریب بہ ساعتِ میمون و طالع ہمایون در آخر شب یک شنبہ بتاریخ پنجم ذی الحجہ سنہ نہصد و شصت و دو یا سہ بود کہ آن آفتابِ فلکِ ولایت از افقِ ولادت بر ظلمت نشان شب دیجور غفلت طالع ولامع گشتہ"[۱۱]

سوامی کنو[۱۲] کی تقویم ہجری وعیسوی کی رو سے ۵ ذی الحجہ ۹۶۳ھ کی تطبیق اکتوبر سنیچر ۱۵۵۶ء سے ہوتی ہے۔ سنیچر ختم ہونے کے بعد اتوار کی رات شروع ہوئی اور اس کی آخرِ شب ولادت باسعادت ہوئی۔

۹۔ کشف الحقایق قلمی ۹ ب ۱۰۔ گلزار ابرار قلمی ورق ۱۹۳ ب

۱۱۔ کشف الحقایق ورق ۹ ب

شیخ طاہر محدث نے جو خدا کی تمام محترم چیزوں کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور احتراماً انبیاء اور رسل کے نام پر اپنے لڑکوں کا نام رکھنا پسند کرتے تھے۔ اپنے بزرگ چچا میسیٰ کے نام پر ان کا نام عیسےٰ رکھا۔ مگر شیخ قاسم برادرِ بزرگ کا پاس و ادب کرتے ہوئے اس خواب کی رعایت سے، خاموشی سے سلیمان کہتے رہے۔

تعلیم و تربیت شاہ عیسےٰ کا خاندان علم و عمل کا گہوارہ تھا۔ اس دینی اور روحانی حیثیت سے ممتاز خاندان کے دامن میں انہوں نے تربیت پائی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے والدِ بزرگوار کے زیرِ عاطفت ہوئی۔ نو سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ کر لیا۔ پھر تفسیر، فقہ، حدیث وغیرہ کی تعلیم اپنے عم محترم شیخ طاہر محدث سے حاصل کی۔

حضرت شیخ قاسم کا انتقال پانچ محرم ۹۸۱ھ/ مطابق پنجشنبہ ۷ رمئی ۱۵۷۳ء کو شیخ قاسم کا ایلچپور میں انتقال ہو گیا۔

"در پنجم ماہِ محرم سنہ نہصد و ہشتاد و یک پدرِ حضرت قبلہ گاہی بحکم "اذا جاء اجلہم لا یستاخرون ولا یستقدمون" از عالم صورت بہ عالم معنی رحلت نمود و در جوارِ حق آرام گرفتند کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔

پس قبر منیر الشان در شہر ایلچپور مذکور ساختند۔"[۱۲]

---

۱۲ کشف الحقائق ورق ۸ ب

برہان پور میں آمد و سکونت

حضرت شیخ قاسم کے انتقال کے بعد ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں شیخ طاہر محدث اپنے اعزا اور اقربا کے ساتھ ایلچپور سے برہان پور آگئے اور شہر کے شمالی حصہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ حصہ سندھی علماء اور فضلاء کی سکونت گزینی کے باعث "محلہ سندھیان" کہلانے لگا۔ اب سندھی پورہ کہلاتا ہے۔

یہاں آنے کے بعد شیخ عیسیٰ حضرت یوسف[13] بنگالی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور پانچ سال کے قلیل عرصہ میں میسحا نام[14] کی برکت سے جملہ علوم متداولہ میں مہارت حاصل کرلی۔

مسیح القلوب نے چند علوم متداولہ شیخ مبارک سندھی[15] سے بھی جو ان دنوں برہان پور میں مقیم تھے حاصل کئے۔ شیخ طیب[16] سندھی کی خدمت میں فقہ اور اصولِ کلام کا درس حاصل کیا۔

---

[13] حالات یوسف بنگالی - اذکار ابرار ص ۳۵۸ / گلزار ابرار قلمی ص ۲۳۷ ب

[14] میسحا - حضرت میسحا کو صاحب گلزار ابرار نے ان الفاظ میں یاد کیا ہے:-

"بہ فضائل و کمالاتِ دوجہانی آراستہ و بہ حفظ و قرآتِ قرآنی نامور و بہ سخاگری و مروت داری شہرۂ روزگار بود" (ورق ۱م۲ ب)

کشف الحقایق میں ان کا ذکر ان الفاظ میں ہے:-

"حضرت میسحا ...... در اکثر فضایل و کمالات خصوصًا در حفظ قرآن و قرآۃ و سخاوت و شجاعت نظیرے نداشتند" ورق ۱۰ الف

[15] شیخ مبارک - حالات - اذکار ابرار ص ۳۱۶

[16] طیب سندھی - گلزار ابرار ورق ۲۶۹ / اذکار ابرار ص ۸ - ۳۷۷

طیب سندھی کی دو مذہبی تخلیقات — "شرح رسالہ غوثیہ" اور "حاشیہ مشکوٰۃ حدیث" اب ناپید ہیں۔

تجوید قرآنی میں شیخ ابراہیم قادری شطاری کے شاگرد ہیں۔
تحصیل علوم میں حضرت موصوف کی ثابت قدمی ایک ہم مکتب کی زبانی ملاحظہ کیجیے۔
شیخ تاج العاشقین پورِ عبداللہ سندھی نے محمد غوثی۔ صاحب گلزارِ ابرار سے کہا کہ:۔

"میں ایامِ طفلی میں مسیح زمان کا ہم مکتب اور آغوشِ ہوش میں علوم عربی زبان کی تحصیل کے اندر ان کا شریک تھا۔ عین شباب میں ایک آنکھ کی مردم فریب نگاہ نے میرا قدم راستہ سے ڈگا دیا اور مسیح زماں کی ثابت قدمی گوناگوں علوم کے دروازوں کی کنجی ہوئی"۔[۱۸]

مختصر یہ کہ ان بزرگوں کے فیضِ صحبت نے ان کا دامنِ دولتِ علم سے مالامال کر دیا۔ علم ہی کے ذریعہ ایک سالک مراتب اور درجات کے حصول کے قابل ہوتا ہے۔

برہان پور میں حضرت یوسف بنگالی اور دیگر علماء و فضلاء کی خدمت میں علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں طلبِ حق کا جذبہ موجزن ہوا۔ اور مرشدِ کامل کی تلاش میں برہان پور سے اکبرآباد کی سمت روانہ ہوئے۔

"در نہصد و ہشتاد و پنجم دریافت رہنمائے پیرے کہ

۱۷۔ شیخ ابراہیم قادری گلزارِ ابرار۔ ورق ۲۳۸ الف / اذکارِ ابرار ص ۳۵۹
۱۸۔ اذکارِ ابرار ص ۴۶۵

بہ فروغ آبادِ شناسائی رساند۔ شورش جہاں پیمائی از
عزیمت کوہِ دل پا بیرون کشید[19]

صاحبِ کشف الحقائق۔ محمد اسماعیل فرحی سے "طلبِ حق اور
پیراکِ تاثیر" کی تلاش کا حال حضرت موصوف کی زبانی سنیے :۔

"می فرمودند — کہ چوں طلبِ حق در باطنِ من قرار گرفت
بہ غایت بے قراری روے نمود۔ پس خواستم کہ قدمِ سعی
در راہ سلوک و مجاہدہ نہم۔ باز بخاطرم رسید کہ این
بادیۂ خون آشام و بیابان پُر درد و دام بے دلیل راہ
و ہادی آگاہ چگونہ قطع توان نمود۔

ہادی جو کہ درین بادیۂ خون آشام
رہ بمنزل نہ برد ہیچ کسے بے رہبر[20]

رہبر خضر آسا کی تلاش میں تمام اعزا اور اقربا کو چھوڑ کر اکبر آباد
کی سمت روانہ ہوئے اور کھرالہ[21] پہنچے۔ راستہ میں کھرالہ کے ایک شناسا
کے یہاں ضیافت کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ نفس کی یہ سرکشی گم کردگیٔ
راہ کا سبب بن گئی۔ کافی پریشانی اور سرگردانی کے بعد ایک ویران
گاؤں نظر آیا۔

فرحی نے نہایت بلیغ انداز میں اس کی تصویر کھینچی ہے
"دیہے ویرانہ شکل کہ خانہائے او چوں دلِ غریباں

۱۹؎ گلزارِ ابرار قلمی ورق ۱۸۴ ۲۰؎ کشف الحقائق ورق ۱۰ ب
۲۱؎ کھرالہ۔ برہان پور سے ۲۶ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔

در ہم شکستہ و دیوار ہائے آں چوں محنت عاشقاں
بہم شکستہ [۲۲]

گاؤں کے لوگوں نے حسب المقدور خاطر مدارات کی۔ دوسرے دن وہاں سے روانہ ہوئے۔ کئی روز کا سفر طے کرنے کے بعد اجین پہنچے۔ وہاں شیخ عبدالکریم بن شیخ راجی محمد عینی قادری کی خانقاہ میں قیام کیا۔ مقامی علماء اور فضلاء نے چاہا کہ ان کا تعارف ان امراء اور رؤساء سے کرادیں جو کسی مہم کے باعث شہر کے باہر مقیم تھے۔ ان کے استغناء نے یہ گوارا نہ کیا۔ اور دوسرے ہی دن وہاں سے روانہ ہوگئے [۲۳]

اجین سے روانہ ہوکر سارنگ پور پہنچے۔ وہاں شیخ عبدالملک شطاری (خلیفہ حضرت شیخ وجیہ الدین علوی) کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ موصوف کمال محبت اور مہربانی سے پیش آئے۔

شیخ عبدالملک سے رخصت ہوکر گوالیار پہنچے۔ پہلے مجذوب الٰہی حضرت سید کپور حسینی کے مزار کی زیارت کا ارادہ کیا۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ پہلے حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری قدس سرہ کے روضہ کی آستاں بوسی کی سعادت حاصل کیجائے۔ لہذا حضرت غوث کے مزار پر حاضری کے بعد سید کپور حسینی اور دیگر بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی۔ [۲۴]

---

۲۲ کشف الحقائق ورق ۲۲ ب
۲۳ کشف الحقائق ورق ۱۲ / گلزار ابرار ورق ۴۱ / ۲ اذکار ابرار ص ۱۱۵
۲۴ اذکار ابرار ص ۱۱۵

گوالیار سے قاضی جلال الدین ملتانی کی خدمت میں آگرہ پہنچے انہوں نے شیخ طاہر محدث کا حال دریافت کیا۔ اس کے بعد ملا ابوبکر عطاء اللہ اور حکیم اسحاق سے جو اس مجلس میں موجود تھے۔ متعارف کرایا۔ قاضی صاحب موصوف کی خدمت میں تحصیل علم میں معروف ہوگئے اور ایک پرانے مکان میں چند فقیروں کے ساتھ زندگی گذارنے لگے۔

شاہ عیسٰی نے روحانی کسب کمال کے لیئے اکبرآباد۔ اجین۔ سارنگپور اور گوالیار وغیرہ مقامات کا جو سفر کیا اور وہاں کے اولیائے کرام کی روح پرور صحبتوں سے مستفیض ہوئے، اس کی تفصیل فرحی نے کشف الحقائق میں بیان کی ہے۔

شاہ موصوف کے ذوق وشوق اور ان بزرگوں کے فیض نے انھیں مجمع البحرین بنا دیا۔ مگر کہیں تشنگی نہ بجھی ؀[۲۵]

جب ملا حکیم عثمانی سندھی الصدیقی برہان پور تشریف لائے تو شیخ طاہر محدث نے ان کو ایک مکتوب لکھ کر بھیجا کہ "ایک عالم متبحر" جیسا تم چاہتے تھے، آئے ہوئے ہیں۔ اس لئے جلد واپس آجاؤ [۲۶]

اس خط کے ملتے ہی وہ آگرے سے روانہ ہوکر برہان پور پہنچے یہاں آکر سب سے پہلے اپنی والدۂ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر ملا عثمانی سندھی سے ملاقات کی۔ ان کی خدمت میں علم قراۃ حاصل کیا اور علوم عقلیہ اور نقلیہ میں تھوڑے عرصہ میں کامل ہوگئے مگر جس رہبر کی تلاش تھی وہ نہ ملا ؀[۲۷]

عشقت خود سری ست کہ از سر بدر شود ۔ حیرت نہ عارضیت کہ جائے دگر شود

۲۵؎ اذکار ابرار ص ۳۰۰ ، کشف الحقائق ورق ۱۰ ب ۲۶؎ کشف الحقائق قلمی ورق ۱۲ الف (ترجمہ)

ارادت وبیعت فرحیؔ نے حضرت شیخ لشکر محمد عارف باللہ قدس سرہ سے ان کی بیعت وارادت کا حال ان الفاظ میں لکھا ہے۔

"دریں ایام در چہار سو بر سر دوکانے نشستہ بودم کہ پیشوائے ارباب طریقت و مقتدائے اصحاب حقیقت واقف اسرار معارف حضرت بندگی شیخ لشکر محمد عارف ازان طرف بخانۂ حضرت شیخ ولی محمد کہ تغافی حضرت ایشان بود می رفتند چون نظر حضرت ایشان برمن افتاد از خدمائے پرسیدند کہ ایں جوان کیست؟ شخصے گفت کہ این جوان برادر زادۂ بندگی حضرت شیخ طاہر محدث است[۲۸]"

چوں این شنیدند عنان اسپ گرفتہ بجانب من دیدند فرمودند کہ شما خود از آن ما آئید۔ چرا پیش مانمی آئید؟ این گفتہ راہے شدند[۲۸]"

اس واقعہ کے دو تین روز بعد حضرت شیخ محمد عارفؒ کی خدمت میں پہنچے۔ چند صحبتوں میں ارادت وعقیدت مضبوط ہو گئی آخر کار بیعت سے مشرف ہو کر سعادت ازلی اور دولت سرمدی[۲۹] سے فیض یاب ہوئے اور حضرت شیخ کو اپنا پیر طریقت قبول کر لیا۔

---

[۲۷] ایضاً[۲۸] کشف الحقائق ورق ۱۴ ب
ایضاً صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ ہو۔ [۲۹] "نہال اعتقاد در چمن دل نشو و نما گرفت"

کہ ہادی و رہنما کے بغیر سلوک کی پرخطر وادی سے گذرنا سخت مشکل ہے۔

حضرت شیخ لشکر محمد عارف نے آپ کو مرید کرنے کے بعد ذکر نفی واثبات کی تلقین کی اور یہ نصیحتیں فرمائیں[۳۱]

۱- مرید کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے دل کو ذکر نفی واثبات کی تلقین میں مصروف رکھے۔ پیر پر اعتراض کا خطرہ مرید کے لیے زہر قاتل ہے۔ اور اس کی بے حوصلگی کی دلیل ہے

چون گرفتی پیر ہاں تسلیم شو ٭ ہم چو موسیٰ زیر حکم خضر رو

۲- مرید کو لازم ہے کہ توبۂ نصوح اختیار کرے۔

۳- پیر کی اجازت کے بغیر دوسرا مشرب اختیار نہ کرے۔

۴- احباب کی موافقت کرے۔

۵- ایثار کرے۔

حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کے بعد وہ پیر کی خدمت اور صحبت[۳۲] میں رہنے لگے۔ منازل سلوک کے طے کرنے میں زبردست مجاہدے کئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں "مکاشفات اور تصرفات عالی" رونما ہوئے۔

فرحی نے لکھا ہے کہ۔ اگر کوئی ان کو قلمبند نہ کرتا تو وہ لوگوں کی یاد سے[۳۳]

---

۳۰ ملا شیخ عثمان سندھی ـــ حالات اذکار ابرار ص۵۵۱ متداول علوم حکمیہ فنون کے استاد تھے حاشیہ تفسیر قاضی بیضاوی اور شرح بخاری ـــ تصانیف ـــ ناپید ہیں۔

۳۱ کشف الحقائق ورق ۱۴ ب

۳۲ کشف الحقائق ورق ۱۴ الف ۳۳ کشف الحقائق ورق ۱۴ ب

محو ہو جاتے۔"

منازل سلوک طے کرنے میں جو عجیب و غریب واقعات حضرت شاہ عیسیٰ کو پیش آئے۔ ان کی تفصیل فرحی نے کشف الحقائق[34] میں لکھی ہے۔ حضرت لشکر محمد عارف کے حکم سے چلہ میں بیٹھے۔ اوّل اربعین میں تجلی ذاتی ان کے دل پر تمام غلبہ کے ساتھ واقع ہوئی اور ہر بن مو سے اس قدر لذت نصیب ہوئی کہ دنیا کی کوئی چیز بھی اس سے زیادہ لذیذ نہ تھی۔ یہ تجلّی کلیدِ فتح باب تھی۔

دوسرے اربعین میں ان کا باطن گوناگوں تجلیات سے منور ہو گیا یہی فیضِ حقیقی اور تصرّفِ تحقیقی ان کی تمام تصانیف میں جلوہ گر ہے[35]۔

"در انجام همان چلۂ تخم توحید برزمین دل پاشیده به بهاد
دیگر اربعین گلستاں ساختند۔ اکنون از همان گلشن
دامن دامن گل در جیب تصنیف و در آستین تلقین
بیاد دوستان حال و استقبال ذخیره می سازم[36]"

شیخ داوداللہ شطاری کے ذکر میں ملّا محمد غوثی نے لکھا ہے کہ[37] حضرت مسیح الاولیاء نے بیان کیا تھا کہ وہ حضرت شیخ محمد لشکر عارف کے ہمراہ جامود گئے تھے۔ وہاں شیخ موصوف شطاری سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔

فرحی نے کشف الحقائق[38] میں حضرت موصوف کے چوپڑہ جانے کا ذکر کیا ہے۔

---

[34] کشف الحقائق باب چہارم [35] کشف الحقائق ورق ۴۷ ب
[36] گلزار ابرار قلمی ورق ۳۴۲ الف / اذکار ابرار ص ۵۱۲
[37] اذکار ابرار ص ۳۸۶ [38] کشف الحقائق قلمی ورق ۱۱۲ ب

حضرت مسیح الاولیاء کی تمام زندگی مجاہدۂ نفس، ریاضت وعبادت درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں گذری۔

خلافت فیض معنوی اور باطنی میں کامل استفادہ کے بعد مرشدِ کامل نے ان کو خلافتِ شطاریہ اور چودہ خانوادوں کی اجازت اور خلافت عطا کی۔ ان کا سلسلہ شطاری تھا۔

اپنے مرشد حضرت شاہ لشکر محمدؐ عارف قدس سرہٗ سے بے حد عقیدت اور محبت کی بنا پر انھوں نے اپنا لقب "جند اللہ" اختیار کر لیا تھا۔

خاتم الولایت کا درجہ عاقل خاں رازی نے حضرت شیخ برہان الدین راز الہٰی سے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح الاولیاء کو "حضرت رسالت پناہیؐ" نے خواب میں حق جل وعلیٰ کی عنایت سے خاتم الولایت کا درجہ عطا ہونے کی بشارت دی بعدہٗ حضرت راز الہٰی نے اس خواب کی یہ تعبیر بیان کی کہ وہ اپنے زمانہ کے خاتم الولایت تھے[۳۹]۔"

"چوں خاتم الولایت یکے بیش نیست وقبل ازیں
نیز بعضے اہل اشارت بخصوصیت ایں مقام یافتہ
اند۔ پس می تواند بود کہ در ہر عصر خاتم الولایت عصرے
خود باشد و بسبب اعانت و ہدایت اہل آں عصر
را از حق رحمتے وعنایتے باشد[۴۰]"

کشف الحقائق میں اس روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے:۔

۳۹۔ ثمرات الحیات ورق ۔۔۔ ۴۰۔ ثمرات الحیات (قلمی)

"می فرمودند کہ وقتے درشب بخواب دیدم کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بغایت شفقت و مہربانی ہر دو دست مبارک برسینہ من نہادہ فرمودند کہ" انت خاتم الولایت المحمدیہ"[۱]

اس خواب کی حضرت عیسیٰ نے یہ تعبیر بیان کی کہ اس سے قبل بھی بعض اہل بشارت نے اس مقام کی خصوصیت کی بشارت پائی ہے. یعنی حضرت شیخ محی الدین ابن العربی اور دیگر اکابر مشائخین نے بھی اپنے آپ کو" خاتم الولایت" کہا ہے. اس لئے ہو سکتا ہے کہ ہر زمانہ میں اپنے وقت کا خاتم الولایت رہا ہو۔

حق جل و علیٰ اولیائے کرام میں سے کسی ایک کو اس مرتبہ سے مخصوص کرتا ہے اور تمام اولیاء اس سے فیض حاصل کرتے اور مستفید ہوتے ہیں۔ اس کو خاتم الولایت کہتے ہیں۔ یہ مقام بارھویں امام حضرت مہدی علیہ السلام کا ہے۔

"حق جل و علا یکے از اولیاء بمرتبۂ مخصوص می کند کہ جمیع اولیاء از وے فیض اخذ می کنند و مستفیض می شوند۔ او را خاتم الولایت می گویند و این مقام امام دوازدھم۔ مہدی صاحب الزماں است"[۲]

اپنی آخری تصنیف ـــ کنز الوحدۃ ـــ میں شیخ محمدؒ غوث قدس سرہ[۳] گوالیاری نے توحید کشفی اور ایمان حقیقی کی تفصیل و توضیح کے ضمن میں لکھا ہے کہ ان کے عہد میں مسیح الاولیاء کو معرفت توحید اور عرفان کا

---

۱ کشف الحقائق ورق ۸ ب ۲ ثمرات الحیات ورق ۷۷ الف

۳ غوث گوالیاریؒ ـــ اذکار ابرار ص ۲۰۳ ـــ ۲۹۰

خاص مقام حاصل ہے۔ یہ جامع مقام جس شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ شخص ہر ایک قرن میں تمام روئے زمین پر ایک ہی ہوتا ہے[۱۰۳]

فاعلم ان صاحب ھذہ المنزلۃ الجامعۃ کان فی کل قرن علی بسیط الارض واحدا ففی القرون التی مضت عنا کان سلطان المحققین وبرھان العارفین الشیخ محمد المخاطب بالغوث العطاری نسبا والشطاری مشربا قدس اللہ اسرارھم ثم کان رئیس المحدثین الشیخ محمد ابن ابی الحسن البکری الشافی المصری قدس اللہ روحھما و افاض علینا برکات انفاسھما۔ وفی القرن الذی کنا فیہ ھو عین الزمان مسیح العاشقین الشیخ عیسیٰ ابن قاسم امد اللہ ظلال ارشادہ علی رؤس المشتاقین الی جمال ھذہ الولایۃ المذکورۃ والی صاحبھا علیہ التحیۃ والسلام و علی تابعیہ بالکشف فی ادراک عالم الجمع والفرق علی حکم الفرقان المجید المحفوظ المحیط بما لدیہ وعلیہ[۱۰۴]

تلخیص ترجمہ: ۔۔ یہ جامع مقام ہر قرن میں دنیا میں صرف ایک آدمی کو حاصل ہوتا ہے۔ شیخ محمد غوث شطاری اور شیخ محمد

---

[۱۰۳] اذکار ابرار ص ۱۳۰ [۱۰۴] اذکار ابرار ص ۳۰۲ ۔ ۳۰۱ گلزار ابرار قلمی ورق ۔۔

ابن ابوالحسن بکری کے بعد شیخ عیسیٰ ابن قاسم جامع مقام ہیں
اللہ ان کی ہدایت کا سایہ ان اصحاب کے سروں پر قائم رکھے
جو ولایت جامع اور صاحب ولایت جامع حضور رسالت مآب
کے جمال کے مشتاق ہیں۔ حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ اور ان
تمام صاحبانِ پر سلام الٰہی نازل ہو جنہوں نے قرآن کے حکم کے
مطابق عالم جمع اور عالم فرق کے ادراک میں کشف کے ذریعہ
سے حضور سرور کائنات کا اتباع کیا ہے۔

پیشین گوئی ایک مرتبہ وہ اپنے مرشد کے حکم سے چلّہ میں بیٹھے اور
اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق ان کو بتلایا کہ

ابتداء میں یہ معاملہ نظر آیا کہ کیلے کا درخت پھلوں سے بھرا ہوا ہے اور
وہ اس میں سے پھل توڑ رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سورج کو
ڈوبتے ہوئے دیکھا اور ایک نوجوان مغل تیر و کمان ہاتھ میں لیئے ہوئے
سورج کی طرف پشت کئے کھڑا ہے۔

انھوں نے اس خواب کی یہ تعبیر بیان کی کہ پھلوں سے دامن
بھرنے سے مراد فائدہ ہونا ہے۔ ہاتھ میں تیر و کمان لئے مغل نوجوان سے
یہ اشارہ ہے۔ اس خطہ ملک پر حملہ ہوگا اور یہاں کے بادشاہ کو شکست
دے کر اس ملک پر دوسرا بادشاہ قابض ہو جائیگا۔

یہ پیشین گوئی سقوط اسیر کے بعد فاروقی سلطنت کے زوال
اور اختتام کا اشارہ تھی۔

اکبر کا اسیر پر حملہ

شہنشاہ اکبر نے ۱۰۰۸ھ میں قلعہ اسیر[۴۶] پر حملہ کیا تو آخری فاروقی فرمانروائے خاندیس - بہادر خاں نے دارالخلافہ برہان پور - چھوڑ کر قلعہ اسیر میں پناہ لی اور برکت کے لیے حضرت مسیح الاولیاء کو اپنے ہمراہ لے گیا۔

اس سنگین قلعہ میں رسد کا کافی سامان جمع تھا۔ اس لئے محاصرہ نے طول کھینچا۔ اکبر کو بتلایا گیا کہ صاحب دعوت حضرت مسیح الاولیاء قلعہ میں موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں قلعہ کی تسخیر ناممکن ہے۔ اکبر ان سے بدظن ہوگیا۔

گیارہ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد جب ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۱ء میں قلعہ فتح ہوا۔ تو دوسرے محصورین کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو بھی قید کر لیا۔ ان اسراء میں کئی بزرگ تھے۔ حضرت کے ہم سبق تاج العاشقین محمد ابن عبداللہ بھی تھے[۴۷]"

اکبر نے حضرت موصوف مسیح الاولیاء کو ایک درباری امیر کے سپرد کر دیا۔ وہ ان سے واقف نہ تھا۔ اس نے ان کو گھوڑوں کے اصطبل میں رکھا۔ مگر ان کے حالات اور تصرفات سے واقف ہونے کے بعد جلد ہی ان کا معتقد ہوگیا اور ان کو رہا کر دیا۔

اس قید و بند اور رہائی کی تفصیل عاقل خاں رازی کی زبانی سنیے۔

" در زمانی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ارادۂ تسخیر خطۂ

---

۴۶ قلعہ اسیر ملاحظہ کیجیے — ARCHAELOGICAL REMAINS OF BURHANPUR BY S. FARID

۴۷ اذکار ابرار ص ۶۵

خاندیس نمود۔ بہادر خاں امیر خطۂ مذکور را استعداد مقابلہ و مقاتلہ نداشت۔ مصلحت در تحصن دید۔ خود را با توابع از شہر برہان پور بہ قلعۂ اسیر کشید۔

شیخ را نیز بہ نیت تبرک و تیمن تکلیف نقل و تحویل از شہر بہ قلعہ نمود۔

فرمودند کہ فقیر را با دشمن و دوست صلح کل است و مقام تسلیم حصن حصین بشہر و قلعہ یکسان است و آشنا و بیگانہ تو را مکلف قبول ناکردہ بہ بہانہ آنکہ لشکر مغول در نہب و غارت امتیاز نیک و بد نمی کنند۔ مبادا مخدوم زادگان را از دست برد حوادث آسیبے رسد۔

خواہ ناخواہ با عیال و اطفال آنحضرت را بہ قلعۂ مذکور برد۔ چوں محاصرۂ حصار بہ تطویل کشید۔ بعضے معاندان بہ عرض اکبر بادشاہ رسانیدند کہ شیخ عیسیٰ صاحب دعوت است در قلعہ بہ نیت حصن متحصنین دعوت میکنند بنا برآں فتح صورت نمی گیرد۔ از ایں معنی مزاج بادشاہ غائبانہ نسبت ایشان متغیر شدہ بود۔ بعد ازاں کہ قلعۂ مذکور مفتوح گشت از پیشگاہ سلطنت باحضار آنحضرت حکم شد و بعد از حضور بہ نظر بند اشارت رفت و حراست بعہدۂ یکے از امرا مقرر گشت۔

متعہد رافضی مذہب بود۔ حضرت را در پایئگاہ اسپان

نگاہ داشت و موکل و نگاہبان گماشت۔

بمرورِ چند روز از تصرفِ حال و قالِ آنحضرت حارسان و سائیسان بعضے مرید اکثر معتقد گشتند و بطریق خدام ملازم آں قبلۂ مرام می بودند۔

چوں متعہد ازیں حال آگاہ گشت۔ حضرت شیخ را در خلوت نزد خود خواند و از اختلافِ مذاہب مقتضائے علم و اعتقادِ خویش سخنے راند۔ بعد از مباحثہ و معارضہ و الزام حجت ہمیں ارشادِ آنحضرت اطاعت و انقیاد نمودہ از انعقادِ اعتقاداتِ خود گذشتہ معتقد عقائدِ اہلِ سنت و الجماعت گشت۔

بادشاہ آنحضرت را ثانی الحال حوالۂ نتیجۃ الاولیاء شیخ بدھو ولد شیخ محمد غوث قدس سرہ کہ در زمرۂ امراء بود نمودہ۔ تا اکبرآباد ہمراہ بردہ بعد از اسنے کہ بر حقیقت جامعیتِ ایشان فی الجملہ اتفقہ حقیقتِ ایشان متحقق گشت۔ حکم بخلاصی فرمودہ در بودنِ حضور و رفتن برہان پور مختار ساخت۔[۱]

رہائی کے بعد حضرت ایک اونٹ کرایہ پر لے کر گوالیار ہوتے ہوئے برہان پور پہنچے۔

---

[۱] تحریرات طیبات قلمی ورق ۴۳ الف/ب — ۴۴ الف

عبادت و ریاضت

شاہ عیسیٰ نے فیضِ باطنی کے حصول کے بعد زندگی عبادت و ریاضت۔ درس و تدریس اور طالبانِ حق کی رشد و ہدایت اور تہذیب و تربیت میں بسر کرنا شروع کی۔ حضرتِ عیسیٰ زاہد مرتاض تھے۔ اپنا تمام وقت طلبِ رضائے حق اور عبادت میں صرف کرتے تھے۔ دل کو جزا کے خیال سے پاک کر کے عبادت میں مصروف ہوجاتے تھے۔

غیر معمولی عقل و دانش کے ساتھ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت حلم و علم کا اجتماع جس شخصیت میں ہے۔ عبادت کے متعلق اس کا مسلک ملاحظہ فرمائیے:۔

"من جزائے ہیچ عمل خود نہ گیرم بجہت آنکہ معلوم است کہ اعمالِ من چہ خواہد کرد۔ کہ جزاء بروئے مرتب می گردد پس بہتر آنست کہ لوحِ دل از خیالِ اعمالِ خود پاک شستہ مخلصانہ امید بفضل و احسانِ او داشتہ شود[۴۸]۔"

اپنے اعمال اور عبادات میں سخت پابند تھے۔ فجر کی نماز کے بعد حجرۂ عبادت سے نکل کر مسندِ علم پر بیٹھتے اور درس شروع کر دیتے تھے۔[۴۹]

حضرت کا روزمرہ یہ تھا کہ عصر کے بعد مغرب تک مریدوں اور طالب علموں کے ساتھ قرآنِ پاک کا ایک ایک رکوع تلاوت کرتے تھے[۵۰]۔

۴۸؎ کشف الحقائق ورق ۱۰۸ ۴۹؎ کشف الحقائق ۱۰۲ الف

۵۰؎ کشف الحقائق ۱۲۹ الف

"روز مرہ حضرتِ ایشاں چنیں بود کہ مریداں و طالبان را
یاراں می گفتند و ہر روز بعد نمازِ عصر فقراء و طلباء پیش حضرت
ایشاں می نشیند و بعضے از سیپارہا و نیز آں حضرت حافظ قرآن
بودند پس یک رکوع حضرت مسیح الاولیاء و یک یک رکوع
آں صاحبزادہ تا بوقتِ مغرب می خواندند"

حضرت شاہ عیسٰی جند اللہ کا تلاوتِ قرآنِ پاک ہمیشہ کا معمول
تھا۔ رمضان میں قرآن کا ورد پڑھا جاتا تھا اور جتنی بار قرآن پاک
تلاوت کرتے جدید معنی منکشف ہوتے جاتے تھے۔

ان کا قول تھا کہ "صوفی آں است کہ ہر بار کہ قرآن
بخواند معنی جدید در دلش وارد گردد" [۱]

رمضان المبارک میں قرآنِ کریم کے تین ختم کرتے تھے۔ ۲۳،
۲۵، ۲۷ رمیں ایک ختم کرتے تھے اور دو راتوں کے درمیان اعتکاف
کرتے تھے۔

طریقۂ درس شاہ عیسٰی کا خاندان علم و فضل کا گہوارہ اور
مذہبی اور روحانی حیثیت سے ممتاز تھا۔ یہ
دولت گراں بہا ان کے حصہ میں بھی آئی۔ ان کی شخصیت جامع العلم
تھی۔ تفسیر، فقہ، حدیث اور جملہ مذہبی علوم میں کافی دستگاہ کے
مالک تھے۔ ان کا حلقۂ درس وسیع تھا۔ اس میں تفسیر، حدیث، فقہ
فرائض، ادب و انشاء، شعر و شاعری اور جملہ علوم و فنون کا درس

---

[۱] کشف الحقائق ورق ۱۰۱

دیا جاتا تھا۔

علم و فضل کے اس بحرِ بیکراں سے صدہا طالبانِ علم سیراب ہوئے وہ علم کا ایسا سرچشمہ تھے جس کی اس عہد کے خاص و عام کو سخت احتیاج تھی۔ علم و فن کا ذخیرہ انھوں نے اپنی ذات تک محدود نہ رکھا۔ اس کو دوسروں تک بھی پہنچایا۔

حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ کے دو مدرسے تھے۔ ایک مدرسہ خورد دوسرا مدرسہ کلاں۔ مدرسہ کلاں کی تعمیر کے متعلق فرحیؔ نے لکھا ہے۔ تمام درویشں اس کی تعمیر میں حصہ لیتے تھے۔ اس وقت نعمت اللہ لاہوری بھی شریکِ درس تھے[۵۲]"

فجر کی نماز کے بعد خانقاہ میں آجاتے تھے اور مریدوں اور طالب علموں کو حدیث۔ فقہ اور تفسیر کا درس دیتے تھے ان کا طریقۂ درس نہایت موثر اور دل نشین تھا۔ علمی نکات بڑی گہرائی سے بیان کرتے تھے۔ تمثیلی انداز میں اشارات کی تفہیم سہروردیاں کو دلکش اور لطیف بنا دیتی تھی۔

فرحیؔ نے مرشد کی رہنمائی اور فنا فی المرشد کے ذکر کے ذیل میں حضرت موصوف کی زبانی صیاد و مرغابی گیری کی دلچسپ تمثیل بیان کی ہے۔ اور روئی میں آگ پیدا کرنے کی کیفیت کا ذکر کیا ہے۔

عارفِ مبتدی۔ متوسط اور منتہی کی مثال میں بتلایا ہے کہ گرمی میں جس طرح طلوعِ آفتاب کے وقت صاف آئینہ دھوپ میں

---

۵۲ کشف الحقائق ورق ۲۲ ب

دیکھیں تو اس میں آفتاب اور آئینہ دونوں نظر آتے ہیں۔ یہ مثال عارف مبتدی کی ہے۔

"در ہنگام تابستان بعد از طلوع آفتاب آئینہ صاف را در تقابلِ آفتاب بدارند ہم آئینہ ہم آفتاب در آئینہ نموداری شود۔

این مثالِ حالِ عارف مبتدی است"[۵۳]

چوں نیم روزی گردد بواسطۂ غایت استیلاءِ شعاع آفتاب ہمہ آفتاب در نظری آید۔ و آئینہ اعلیٰ مرئی نشود ایں مثال حالِ عارفِ متوسط است کہ اورا نیز موحدمی نامند

نیم روز کے بعد تا غروب آئینہ اور آفتاب دونوں نظر آتے ہیں یہ مثال عارف منتہی کی ہے۔

و بعد از نیم روز عند الغروب ہم آئینہ ہم آفتاب در آئینہ می نماید۔ چنانچہ در وقت اوّل می نمود ایں مثال حالِ عارف منتہی است"[۵۴]

مرشد کی رہنمائی کے بغیر منزل رسی مشکل ہے۔

"اگر پنبہ را در پنبہ زار تا مدتِ مدید بے حجاب روبروی آفتاب دارند۔ ہرگز از تاب آفتاب آتش درونمی گردد اگر آں پنبہ را ایک ساعت در پس آئینہ روشن

---

۵۳ کشف الحقائق ورق ۳۰ الف ۵۴ کشف الحقائق ورق ۳۰ ب

یا آبگینۂ صاف بہ نہند۔ فی الحال آتش درآن افتادہ آنرا بسوزد۔

پس مرشد را ہم چو آئینہ روشن باید دانست کہ بے واسطۂ او آتش جذب الٰہی دریافتن مرا نہ و پینبۂ ہستی خود سوختن از جملہ نوادر است کہ آں را النادر کالمعدوم گفتہ اند" [۵۵]

مرشد صیّاد مرغابی گیر کے مانند ہے: —

"حالت او بحالت صیّاد مرغابی گیر ماند۔

صیّاد مرغابی گیر یک مرغابی را از آلائش اندرون پاک ساختہ وخشک کردہ برسر خود می نہد و درمیان آب بہ جمع مرغابیاں درمی آید۔ آنہا می دانند کہ ایں نیز مرغابی است ہم چو ما او آہستہ آہستہ یکاں یکاں را بدست راست گرفتہ و بدست چپ کردہ در زنبیلے کہ عقب پشت دارد۔ درآں می نہد۔

ہم چنین حق سبحانہ و تعالیٰ مرشد را از ہستی او پاک کردہ خود در و فاعل و متحرک بودہ و در جمعے از خلق برائے دعوت و ہدایت می گردد و خلق می داند کہ ایں ہم چو ما شخصے است از اشخاص و بکار خود مشغول باشد یعنی یکاں یکاں را [۵۶] بدست تصرف گرفتہ

---

[۵۵] کشف الحقائق ص ورق [۵۶] کشف الحقائق ورق ۳۸ ب / ۳۹ الف

و از خود ربوده در جماعت اہل

شہود جمع سازد۔

کبھی کبھی رشد وہدایت کے دوران میں اشارتاً کوئی ایسا واقعہ بیان کر دیتے تھے کہ اہل مجلس یہ اندازہ نہ لگا سکتے تھے کہ کس کے بارے میں کہا گیا ہے۔

آیات اور احادیث کی تشریح کبھی مناسب تمثیل کے ذریعہ بیان کر دیتے تھے تاکہ مطالب کی تفہیم میں سہولت ہو جائے۔

مسئلہ کے ہر پہلو پر دلائل و براہین کے ساتھ روشنی ڈالتے کوئی پہلو تشنۂ بحث نہ رہتا۔ متعلقہ عبارت اور فقرات سناتے اور طالبان علم کے مزید اطمینان کی خاطر اکثر اپنے کتب خانہ سے کتابیں طلب کرتے اور حوالہ کی عبارت پڑھ کر سنا دیتے تھے۔[57] بعض مقامات کی تشریح میں جدت سے کام لیتے تھے۔

شاہ موصوف کے زہد و تقویٰ اور تبحر علمی کا دور دور تک شہرہ تھا۔ دور دراز سے طلبار اکتساب فیض باطنی اور تحصیل علوم کی خاطر یہاں آتے تھے۔

فرحی نے کشف الحقائق میں کابل سے شیخ محمد صدیق[58] اور سرہند سے حکیم شجاع کی آمد اور عین المعانی کے درس کا تذکرہ کیا ہے۔ نعمت اللہ لاہوری بھی خاص تلامذہ میں سے تھے[59]

---

۵۷ کشف الحقائق قلمی ۳۹ ب ۵۸ کشف الحقائق قلمی ۱۲۴ ب

۵۹ کشف الحقائق قلمی ۱۲۴ ب

ان کی نفسیاتی بصیرت سالک کی قلبی کیفیت اور طلباء کے طبعی رجحان کا صحیح اندازہ لگالیتی تھی۔ جو لوگ ان کے حلقۂ درس میں تھے۔ ان کا تذکرہ کشف الحقائق میں مرقوم ہے۔ چونکہ ان کی ذہنی تخلیقات نہیں ہیں۔ اسلیئے ان کا تذکرہ نظر انداز کیا جارہا ہے۔

مُرید کرنے کا طریقہ

حضرت مسیح الاولیاء کا مُرید کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مرید کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے استغفر اللہ پڑھاتے تھے۔ ارکانِ اسلام کی پابندی کی ہدایت و تاکید کرتے اور پھر ذکر نفی و اثبات کی تلقین کرتے تھے۔ حضرت موصوف بیان کرتے تھے کہ پیر کو چاہیئے کہ بیعت کے وقت مُرید کو اور طریقت نہ بتلائے۔ شاید اسکو قبول کرنے میں دشواری ہو۔ اور مبادا زبان اس کے دل کا ساتھ نہ دے اور مریدی میں فتور واقع ہو جائے۔

جب حضرت مسیح الاولیاء کسی عورت کو مُرید کرتے تو درمیان میں پردہ ڈال دیتے تھے اور پردے کے پیچھے اس کے دوپٹہ کا ایک سرا اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دوسرا سرا اس عورت کے دونوں ہاتھوں میں رہنے دیتے اور پھر حسبِ دستور اسکو مُرید کرتے۔[۶۱] ہر مُرید کو ہدایت کرتے تھے کہ وہ جناب سیدِ کائنات صلعم کی پیروی اور اتباع پر ثابت قدم اور مستقیم رہے۔ کیونکہ بیعت میں توبہ عزم ترکِ معاصی اور عہدِ تقویٰ کا راز نہاں ہے۔

---

[۶۱] کشف الحقائق ورق ۹۷ الف/ب

اصلاح و تربیت کے انداز کی کئی مثالیں فرحی نے کشف الحقائق میں بیان کی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مریدوں کو خدا کیلئے جینا سکھایا جاتا تھا۔ وہ عام انسانوں کی نیت سے مختلف دُنیا کا ہر کام کرتے تھے۔ وہ شادی بیاہ بھی کرتے تھے روزی بھی کماتے تھے، خلقِ خدا سے ملتے جلتے بھی تھے۔ مگر تمام کاموں میں اللہ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کی طلب ان کا مقصد تھا۔ وہ دنیا میں تھے۔ مگر خدا کی یاد سے غافل نہ تھے۔ مختصر یہ کہ ان کا ہر کام ایک عبادت تھا۔

خانقاہ | حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ کے مقبرہ کے موجودہ احاطہ میں ایک خانقاہ کے آثار باقی ہیں۔ یہ خانقاہ نذور و فتوح کے سلسلہ میں جو رقمیں آتی تھیں، اُن سے بنائی گئی تھی۔

خانقاہ کا ایک دستور العمل تھا۔ تمام درویش اس ضابطہ کے تحت زندگی گزارتے تھے۔ خانقاہ میں ان لوگوں کا ہجوم نہ تھا۔ جن پر ذیل کا شعر صادق آتا ہے۔

زاہد نہ داشت تابِ جمالِ پری رخاں   کنجے گرفت و یادِ خدا را بہانہ ساخت

کچھ درویش جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے[61]۔ کچھ کتابوں کی تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے[62]۔ کچھ کے ذمہ "نقلِ کتب" کی خدمت تھی[63]۔ عبدالوہاب عمدہ کاتب تھے۔ عبدالوہاب کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا ایک نسخہ۔ یوسف زلیخا جامی کے

---

[61] کشف الحقائق ۔ ورق ۹۹/ چوب تراش اسماعیل
[62] کشف الحقائق ۔ ورق ... محی
[63] کشف الحقائق ورق ۱۰۲ ب/ ملا یوسف

کتب خانہ جامع مسجد میں محفوظ ہے۔ جس کے آخر میں لکھا ہے :۔

"تحریر فی التاریخ غرہ ماہ رمضان المبارک بید الضعیف
النحیف المسمےٰ لعبد الوہاب المعروف بہ سید رضائی
بخاری غلام حضرت شاہ عالم قدس سرہ العزیز۔
فی الوقت العصر روز یکشنبہ در خانقاہ حضرت
عین العرفاء میاں شیخ عیسیٰ در حجرہ میاں سلطان محمد"[64]

کچھ درویش صاحب اہل وعیال تھے اور متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مدرسہ کلاں کی تعمیر میں خانقاہ میں مقیم تمام درویشوں نے حصہ لیا تھا۔[65]

درویشوں کو روزانہ کھانا دیا جاتا تھا۔ کھانا دینے کا طریقہ یہ تھا کہ کھانے کے برتن صحن میں رکھ دیئے جاتے تھے۔ حضرت موصوف ان پر نظر کیمیا اثر ڈالتے اور ہر برتن میں سے ایک ایک لقمہ کھاتے تھے۔ بعد میں درویشوں کو کھانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ خیر و برکت کے خیال اور غذا کی لذت اور خوش گواری کے لحاظ کے علاوہ اس طریقہ میں یہ مصلحت بھی پنہاں تھی کہ غذا میں مضرت رساں اجزاء اور اشیاء وغیرہ نہ شامل کر دیئے گئے ہوں۔[66]

جو درویش وقت پر حاضر نہ رہتے تھے ان کا کھانا رکھ دیا جاتا تھا۔ تاکہ کوئی محروم نہ رہے۔[67]

---

۶۴ یوسف زلیخا ۲۵۳۱ / فہرست ص ۳۹۵ ۶۵ کشف الحقائق ورق ۸۰ ب
۶۶ کشف الحقائق ۱۰۱ الف / ب ۶۷ کشف الحقائق ۱۰۱ ب

مریدوں کی باطنی اصلاح کی طرف بہ طورِ خاص توجہ کرتے تھے
اِن سے شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ جس پر نظر کیمیا
اثر ڈالتے۔ وہ ایک لمحہ میں مراتب عالیہ طے کر لیتا تھا۔
فرحی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا۔ اس نے
معرفت کے درجہ تک پہنچنے کی استدعا کی اور ساتھ ہی یہ عرض کیا
کہ اس میں ریاضت اور مجاہدہ کی طاقت نہ تھی۔ ایک ہی نظر میں اس پر
وہ کیفیت طاری ہو گئی جس کا وہ طالب تھا۔[68]
خانقاہ میں رشد و ہدایت کے علاوہ درس و تدریس کا بھی
سلسلہ جاری تھا۔ سطورِ مذکور میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

سماع حضرت میح الاولیاء کو سماع سے خاص ذوق تھا۔ اکثر
مجالس میں شریک ہوتے تھے اور اپنے یہاں بھی مجالسِ
سماع منعقد کراتے تھے۔ سماع میں ان پر غیر معمولی کیفیتیں طاری
ہو جاتی تھیں۔
ایک مرتبہ حضرت لشکر محمدؒ عارف کے مکان کے قریب مجلسِ سماع
منعقد تھی۔ اس میں حضرت پر ایسا وجد طاری ہوا کہ لباس پارہ پارہ
کر ڈالا۔ حضرت لشکر محمد عارف اپنے مکان سے آئے اور پیراہن اُتار کر
لے گئے اور خود پہن لیا۔ بعد میں اس کے دو حصّے کئے۔ ایک حصّہ خود
رکھ لیا اور دوسرا حصّہ دوستوں میں تقسیم کر دیا۔[69]

---

۶۸ کشف الحقائق ۷۸ ب / ۷۹ الف
۶۹ کشف الحقائق ورق ۸۴

ایک مرتبہ حضرت لشکر محمد عارف کے سالانہ عرس کے موقع پر مجلس سماع منعقد تھی۔ ان پر وجد کی حالت طاری ہوگئی مجلس میں ہر فرد اپنی استعداد کے مطابق مست و بے خود ہو گیا۔ مطرب بے خودی میں دستار پھینک کر گریہ و زاری کرنے لگے۔

محفل سماع میں حفظ ادب کا خاص خیال رکھتے تھے اور کسی قسم کی بدعنوانی کو برداشت نہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ محفل سماع منعقد تھی، ملا محب علی سندھی کسی سے بات چیت کرنے لگے۔ حضرت موصوف نے انکی طرف دیکھ کر کہا۔

"السماع کالصلوٰۃ"[۲۷]

ملا محب علی نے گفتگو بند کر دی۔

عادات و اخلاق

حضرت شاہ عیسٰی جند اللہ کی ذات فضائل و کمالات کی جامع تھی۔ ان میں ظاہر و باطن کی حیرت خیز ہم آہنگی تھی۔ علم و عمل کے ساتھ وہ فضائل اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔

حضرت موصوف جامع کمالات، مظہر نیک صفات، متقی پرہیز گار، صوم و صلوٰۃ کے پابند تہجد گذار تھے۔ فاضل دہر عالم متبحر اور توحید کے دلدادہ تھے۔ نہایت خاموش، عزلت نشین، بے تکلف، سادہ مزاج تھے۔ عامی سے عامی سے بھی ملنے میں کوئی تکلف نہ تھا۔ طبعاً بڑے نرم اور صلح پسند تھے۔

---

[۲۷] کشف الحقائق ورق ۹۳

سالکانِ طریقت کی رہنمائی اور رہروانِ حق کی پیشوائی
کرتے اور طالبانِ حق کی درس و تدریس میں معروف رہتے۔
خود مجاہدۂ نفس، ریاضت، اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔
موصوف کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ عقیدت مند پروانوں
کی مانند ان کے گرد جمع رہتے تھے۔ آدھی رات تک خانقاہ کا دروازہ
کھلا رہتا تھا۔

سالکوں اور مریدوں کے تمام مسائل نہایت ہمدردی سے حل کرتے۔
اپنے مریدوں سے ان کو بے حد محبت تھی۔ کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کرتے
ہمیشہ ان کا ذکر خیر کرتے اور اپنے مریدوں کے دکھ سکھ میں شریک رہتے۔
فرحیؔ نے لکھا ہے کہ میاں نصراللہ کے آخری وقت سے لیکر تدفین
تک شریک رہے[1]

ان کی سیرت سنّت نبوی کا نمونہ تھی۔ درویشوں کے ساتھ
خلق و خوش دلی سے پیش آتے تھے۔ ان کے یہاں امیر و غریب کا
کوئی امتیاز نہ تھا۔ ہر نئے آنے والے سے بھی اس طرح ملتے تھے۔
گویا برسوں کا شناسا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عبدالرحیم خانخاناں
اور مرزا داراب خاں کو ان کی محفل میں ایک درویش پر
فوقیت دی گئی ہو[2]

فرحیؔ نے لکھا ہے کہ وہ بیس سال تک ان کی خدمت میں مجاور

---

[1] کشف الحقائق ورق ۱۱۷/ب
[2] کشف الحقائق ورق ۱۰۰/ب

عصر کی نماز کے بعد مسلسل حاضر ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں اس نے دیکھا کہ ولایت اور ہندوستان کے درویشوں میں سے روزانہ کوئی نہ کوئی ان سے ملاقات کے لئے آتا۔ ان کے سامنے ادب سے بیٹھتا اور آپ نہایت خلق و تواضع سے اس سے گفتگو کرتے۔

فرجی پر ان کا خاص کرم تھا۔ اکثر اوقات اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ملّا عبدالعزیز لاہوری کو وداع کے وقت کچھ نصیحتیں کر رہے تھے۔ تو سب کو علیحدہ کر دیا۔ مگر فرجی کو شریک صحبت رکھا۔[۴۳]

استغنا کا یہ عالم تھا کہ نذر و فتوح کی رقوم بالکل اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ سب مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اکثر[۴۴] قرض کی نوبت آجاتی تھی۔ دنیاوی اغراض کے لیے بہت کم توجہ کیا کرتے تھے۔ کبھی کسی کیلئے دعا نہ مانگی۔

نذر و فتوح کی رقم فقرا میں تقسیم کرنے کی خدمت میاں شیخ محمد کے سپرد تھی[۴۵] نواب عبدالرحیم خانخاناں نصف شب کے بعد نذرانہ بھیجتے تھے۔ حضرت اسی وقت میاں شیخ محمد کو بلا کر بیداری کی معذرت کرتے ہوئے رقم ان کے سپرد کر دیتے تھے۔[۴۶] ان کا کہنا تھا کہ فقیر کا سکون اسی میں ہے کہ اس کو جو کچھ ملے۔ وہ دوسروں کو جلد دے کر اپنے سے جُدا کر دے چاہے وہ عرفان کی دولت ہی کیوں نہ ہو۔

نذر کا کچھ حصہ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر پر بھی خرچ ہوتا تھا۔ مدرسہ کی دو عمارتیں تھیں۔ (۱) خرد (۲) کلاں۔

۴۳۔ کشف الحقائق ورق ۹۶ ب ۴۴۔ کشف الحقائق ورق ۹۹ ب
۴۵۔ کشف الحقائق ورق ۱۰۰ الف ۴۶۔ کشف الحقائق ورق ۱۰۱ ب

فقراء اور تعمیری کاموں پر اس قدر رقم خرچ ہو جاتی تھی کہ ان کے پاس کچھ باقی نہ رہتا تھا۔

عام طور پر یہ مشہور تھا کہ ان کے پاس کافی دولت ہے۔ پہلے چار سال تک ان کی بیوی خدیجہ کو یہی گمان رہا۔ مگر بعد میں اصل حقیقت واضح ہو گئی۔

اس غلط فہمی کی وجہ یہ تھی کہ اکثر سندھی تاجر اپنے مال کو حضرت موصوف کا مال بتلا کر مختلف مقامات پر فروخت کرتے رہتے تھے۔ تاکہ کروڑگیران کے ساتھ رعایت کریں۔

ان کی وفات کے بعد ان پر ۱۵۰ روپئے کا قرض تھا۔ جو ان کے لڑکوں نے ادا کیا[۴۴]

کشف و کرامات حضرت شاہ عیسیٰؒ کی ذات تصوف کا مرجع، علوم باطن کا سرچشمہ اور ان کا صحیفۂ قلب کمالات کا منبع تھا۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ اُن سے کئی خوارق عادات ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کی تفصیل ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔

کشف الحقائق، گلزار ابرار اور ثمرات الحیات میں تفصیلاً مرقوم ہیں۔

اولیائے عظام کے خوارق و کرامات کا تعلق شدت ریاضت اور اطاعت سے ہے جو غلبۂ الفنا اور قوت معیت حق کے باعث سرزد ہوتی ہیں۔ وہ امور عام ذہن کی رسائی سے بالاتر ہیں[۴۵]

---

[۴۴] کشف الحقائق ورق ۹۹ ب

[۴۵] کشف الحقائق ورق ۳۰۴ الف

ملا غوثی صاحب گلزار ابرار نے لکھا ہے کہ حضرت کا دل حفظِ قرآن کی برکت سے منجلی ہو گیا تھا۔ وہ حضرت موصوف کے حالات قلمبند کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات ان کے دل پر روشن ہو گئی۔

حضرت شیخ فرید بن شیخ صدر جہاں دھاری برہان پور سے مانڈو آئے تو حضرت مسیح الاولیاء کا گرامی نامہ بھی لائے۔ غوثی نے جب اسے کھول کر دیکھا تو خط کی پیشانی پر یہ بیت لکھی ہوئی تھی۔

لوحِ محفوظ است پیشانیٔ یار   ہست در وے سرِ جانان آشکار

اور گرامی نامہ میں نسخہ گلزار ابرار کی خواہش کے مطابق مضمون تھا۔

" درین اثناء نگارش این معنی که دلِ او بنورِ قرآنِ مجید لوحِ محفوظ گردید۔ و قرآن ہم که در عالم صورت غریب بود بوطنِ اصلی رسید ناگاہ شیخ فرید بن شیخ صدر جہاں دھاری از برہان پور بجانب راقم الحروف نزول فرمود و گرامی نامۂ مسیح الاولیاء رسانید۔ چون مطاوی آنرا بکشاد۔ عنوانش این بیت بود بیت

لوحِ محفوظ است پیشانیٔ یار   ہست در وے سرِ جانان آشکار

عبارتِ مضمون خواہش نسخۂ گلزار بود"[۹۵]

حضرت موصوف کی زندگی سادہ اور دل کش تھی۔ ان کا یہ عالم تھا کہ جس طرف دیکھ لیتے معصیت کے سوتے خشک ہو جاتے تھے۔

---

[۹۵] گلزار ابرار قلمی ورق ۳۵۳ -

اذکار ابرار ص ۵۳۵ -

وفات شاہ عیسیٰ نے فیض باطنی کے حصول کے بعد تمام زندگی عبادت و ریاضت۔ درس و تدریس اور طالبانِ حق کی رشد و ہدایت اور تہذیب و تربیت میں بسر کی۔

قناعت و توکل کی مجاہدانہ زندگی گذارتے ہوئے ستر سال کی عمر میں[۸۰] ۵ / شوال سنہ ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۳ / اگست سنہ ۱۶۲۲ء کو برہان پور میں جانِ عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی۔

"فیض عالم اور ہادیٔ اعظم" سے تاریخِ وفات نکلتی ہے۔ حضرت کا مزار سندھی پورہ میں ایک چہار دیواری کے وسیع احاطہ میں ہے۔ اس پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

اس احاطہ میں مدرسہ اور خانقاہ کی عمارات کے آثار باقی کہہ رہے ہیں۔ "اللہ باقی من کلِ فانی"

اولاد و اعزا حضرت شاہ عیسیٰ کے دو بھائی تھے (۱) شیخ عثمان۔ (۲) شیخ سلیمان۔ یہ دونوں سپاہی تھے اور حضرت شاہ لشکر محمد عارف کے مرید راجہ علی خاں والی خاندیس کے محافظ دستہ میں ملازم تھے۔ سلیمان عالم، فاضل اور شاعر تھے۔ سیفی تخلص کرتے تھے۔ عین المعانی میں ان کی رباعیات ملتی ہیں۔

حضرت سیفی کا ذکر علیحدہ آئندہ صفحات میں کیا جا رہا ہے۔ دونوں بھائی راجہ علی خاں فاروقی کی طرف سے سہیل خاں دکنی کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

---

[۸۰] کشف الحقائق ورق ۹۶ / تاریخ برہان پور ص ۱۳۷ / زبدۃ المقامات ص

ملفوظات اور تذکروں میں شیخ عثمان کے حالات نہیں ملتے اور نہ ان کی کسی ذہنی تخلیق کا اب تک پتہ چلا ہے۔ صاحب کشف الحقائق فرحی نے حضرت سلیمان کے ذکر کے ضمن میں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے ان کی اولاد میں سے شیخ عبدالستار[81] (خلف اکبر) اور شیخ فتح محمد محدث[82]

---

[81] شیخ عبدالستار: حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ کشف الحقائق میں فرحی سے ان کی پیدائش کے متعلق مروی روایت سے ان کی ولادت کے زمانہ کا تعین ہو سکتا ہے۔ گمان غالب ہے کہ ۹۵۳ھ یا اس کے قریب کا زمانہ ہوگا۔ جب شاہ موصوف مرشد کامل کی تلاش میں نکلے تھے۔

عبدالستار نے ابتدائی تعلیم ملا احمد سے حاصل کی۔ حدیث و تفسیر حضرت شیخ طاہر کی خدمت میں پڑھی۔ ظاہری علوم اور معنوی معارف کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے کی ریاضی میں مرزا شکراللہ شیرازی کے شاگرد ہوئے (بحوالہ اذکار ابرار ص ۵۶۱)۔ بعد میں میح الاولیا نے شاہ باجن کے پوتے شیخ فرید اور ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ کی۔ (گلزار ابرار)۔ میح الاولیاء نے ملا جامی کی کتاب شرح ضیائیہ پر نہایت مفید حاشیہ عبدالستار کے لیے لکھا تھا۔

کشف الحقائق میں فرحی نے بابا عبدالستار اور دیگر درویشوں کے ساتھ اربعین میں بیٹھنے کا ذکر کیا ہے (کشف الحقائق ۱۳۴ الف)

سنہ ۱۰۰۱ھ میں سقوط اسیر کے بعد میح الاولیاء کی نظر بندی اور آگرہ روانگی و قیام کے دوران تمام گھر، مدرسہ اور خانقاہ کا انتظام انھوں نے بڑی حسن و خوبی اور ہمت و استقلال سے انجام دیا۔

خواجہ ہاشم کشمی نے ان کی قابلیت، فضیلت اور صاحبدلی کی تعریف کی ہے "شیخ عبدالستار کہ صاحب سجادہ است، جوان و قابل و صاحبدل"

(زبدۃ المقامات ص / تاریخ برہان پور ص ۱۴۷)

بابا عبدالستار کی تمام زندگی علم و عمل، ریاضت و مجاہدہ، سخاوت و ہمدردی اور طالبان حق کو فیض پہنچانے میں گذری

سن وفات معلوم نہیں۔ ان کا مزار حضرت میح الاولیاء کے مقبرہ کے مقابل جنوب کی سمت ہے۔ ایک محراب دار دیوار اس کے سرہانے کھڑی ہے۔ راقم کے علم میں ان کی کوئی ادبی تصنیف نہیں ہے۔

[82] فتح محمد محدث کا ذکر آئندہ صفحات میں ملاحظہ کیجیے۔

(خلف اصغر) ہیں۔ ان کے تیسرے فرزند شیخ طٰہٰ کا بھی کہیں ذکر نہیں ملتا۔

خلفاء اور معتقدین حضرت شاہ عیسیٰ کے خلفاء میں حضرت برہان الدین راز الٰہی۔ ملا ابوالخیر بلخی۔ شیخ محمد صدیق۔ ملا عبدالعزیز لاہوری۔ ملا یوسف۔ شیخ محمود۔ سید یعقوب۔ مرزا فتح پوری۔ اسماعیل فرجی۔ عبدالستار خلیل۔ میراں عبدالرحمٰن اور معتقدین نواب عبدالرحیم خانخاناں مرزا داراب خاں۔ عاقل خاں رازی۔ "ملا شیخ عثمان" وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ واقعات کے ذیل میں کشف الحقائق میں فرجی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ اِن خلفاء نے عوام کو شریعت کی راہ بتلانے اور اخلاقی عیوب سے باز رکھنے میں زبردست خدمات انجام دی ہیں۔

اَسناد شاہی شاہانِ مغلیہ نے حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کی اولاد کی معاشی امداد کے لیے جو اَسناد وقتاً فوقتاً دی ہیں۔ ان میں سے دو نقل کیجاتی ہیں۔ پہلی سند شاہ جہاں کی عطا کردہ ہے اور شیخ فتح محمد محدث کے نام ہے۔

اللہ اکبر

بمہر ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحب قرانِ ثانی شاہجہاں
بادشاہ غازی درین وقت فرمان عالی شان سعادت
نشان شرف اصدار ..... داده ..... موضع کول کھیڑا
من اعمالِ زین پور قصبۂ خاندلیس درو بست پنج
حصہ از جملہ شش حصہ ربیعی ...... در وجہ مددِ معاش
حقائق آگاہ معارف دستگاہ شیخ فتح محمد محدث ولد مرحوم

شیخ عیسیٰ سندھی با فرزندان حسب المضمون معزز تفویض باشد که محاصلات ایں..... صرف معاش خود با نموده بدعاگوئی دوام بدولت ابد پیوند اشغال می نموده باشند می باید که حکام و عمال و جاگیرداران و متصدیان و کروڑ وگیریان حال و استقبال در استمرار و استقرار ایں حکم اعلیٰ اقدس کوشیده آں موضع را دروبست به تصرف..........

بدان راند بنده به....... حال وجوهات و اخراجات مثل قتلغه و پیشکش و محصلانه و مهرا و داروغگاه و بیگار و شکار زوده سیمے و صدوهے و قانون گوئے و ڈلیثیانکے و کل تکالیف دیوانے و مطالبات سلطانے مزاحمت نرسانند..... دریں باب برساله فرانه دیروانچه مجدد نه طلبند و از هرچه تخلف نورزند

تحریر فی التاریخ......

سند کا نقطہ زدہ حصّہ کرم خوردہ اور آب زدہ ہے۔

دوسری سند مسماۃ امت الجلیل بنت محمد بن شہاب الدین کے نام ہے۔

باسمہ وسبحانہ فرلعالے شانہ

محمد معین الدین عالم ثانے فرمان ابو المظفر بادشاہ غازے فرخ سیر

دریں وقت میمنت اقتران فرمان والاشان واجب الاذعان

صادر شد کہ موضع کارکھیڑہ متعلقہ پرگنہ زین پور صوبہ خاندیس
در وبست بجمیع چہل وہشت ہزار دام کہ پانصد وہشت روپیہ
کرہ حاصل ازاں است از ابتدائے پنچ سدس تحویلی ئیلانئیل (؟)
در وجہ مدد معاش مسماۃ امۃ الجلیل بنت محمد عبد اللہ نبیرہ قدوۃ
الواصلین حضرت شیخ عیسےٰ قدس سرہٗ بلا قید اسامی
وقسمت حسب الضمن مقرر باشد باید کہ حکام وعمال
متصدیان مہمات وجاگیر داران وکروڑگیریان حال
واستقبال موضع مذکورہ را بہ تصرف وابستہ ہائے
مسماۃ مزبورہ باز گزارند واز جمیع عوارض و وجوہ معاف
ومرفوع القلم شمارند ودریں باب ہر سال مجدد نہ طلبند

سوم محرم الحرام سال دوم از جلوس والا نوشتہ شد

تصانیف حضرت شاہ عیسےٰ جند اللہ رحمہ جامع علوم عقلی ونقلی تھے۔
ہر علم میں منتہا یانہ پایہ رکھتے تھے۔ تصوف، حدیث،
فقہ، علم ریاضی، منطق۔ بیان۔ کلام اور فن شعر میں ید طولیٰ حاصل تھا
جملہ اصناف سخن پر قدرت رکھتے تھے۔ شاعری کا مذاق صوفیانہ تھا۔
"فیض حقیقی اور تصرف تحقیقی" ان کی تمام تصانیف میں
جلوہ گر ہے۔

ملا غوثی نے گلزار ابرار میں حسب ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

(۱) روضۃ الحسنے (۲) عین المعانی (۳) انوار الاسرار (۴)
رسالہ حواس پنجگانہ (۵) حاشیہ بر اشارۂ غیلبیہ (۶) شرح قصیدہ بردہ (۷)

(۷) رسالہ قبلۃ المذاہب (۸) حاشیہ بر شرح ضیائیہ (۹) فتح محمدی
(۱۰) تتمیم شرح مایۂ عوامل (۱۱) رسالہ عقود (۱۲) شرح رباعیات۔ اسرار الحق
ملا غوثی نے ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء تک کی فہرست دی ہے[1]۔ اس کے
بعد حضرت شاہ موصوف تقریباً نو سال تک زندہ رہے۔ اس عرصہ میں
جو کتابیں تصنیف کی ہوں گی۔ وہ ملا غوثی کے علم میں نہ آسکیں۔

(۱۳) مجمع البحرین ــ تاریخ برہان پور[2] میں مجمع البحرین نامی کتاب کا ذکر
ملتا ہے۔ (۱۴) رسالہ دقیقہ ــ رسالہ دقیقہ کا ایک قلمی نسخہ
کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔ اس مختصر رسالہ کی نقل پیش خدمت ہے۔
(۱۵) رسالہ وحدت وجود ــ رسالہ وحدت حضرت سید محمد مطیع اللہ
صاحب راشد کے قلمی نوادرات میں ہے۔ موصوف نے از راہ بندہ نوازی
اس رسالہ کے متعلق مختصر معلومات فراہم کی ہیں۔

مذکورہ بالا تصانیف سے حضرت مسیح الاولیاء کی عظمت کا
پتہ چلتا ہے۔ ان کا باطن گوناگوں تجلیات سے منور تھا۔
"فیض حقیقی و تصرف تحقیقی" ان کی تمام تصانیف میں جلوہ گر
ہے حفظ قرآن کی برکت کی وجہ سے ان کے ضمیر پر معانی کا بے پناہ[3]
ہجوم اور جوش رہتا تھا۔ یہ غلبۂ ذوق اور جوش جوانی[4] کی ابتدائی
منزلوں سے گذر کر پختہ عمری کے روحانی کمال کے ساتھ مل کر زور قلم شوکت
بیان اور معنوی موشگافیوں کی شکل میں جلوہ گر رہے۔

۱۔ گلزار ابرار قلمی ورق ۴۴۳ / ۳۴۵ الف / ج ر ر
۲۔ تاریخ برہان پور ص ۱۳۴ ۳۔ کشف الحقائق ورق ۷۹ الف
۴۔ کشف الحقائق ورق ۷۹ ب

اور ان تصانیف میں اس کی تمام و کمال جلوہ گری پائی جاتی ہے۔

روضۃ الحسنیٰ اسمائے الٰہی کی فارسی شرح ہے۔ اس کتاب کا سنِ تالیف ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء ہے اور مادہ تاریخ "حافظ" ہے[۵]۔

روضۃ الحسنیٰ اور عین المعانی کے متعلق ملّا غوثی کی رائے ہے کہ "اوّل اوّل است و ثانی ثانی ندارد"[۶]

عین المعانی کے دیباچہ میں مرقوم ہے کہ روضۃ الحسنیٰ کی کتابت کے دوران عین المعانی جیسی نادرۂ روزگار تصنیف کا خیال پیدا ہوا اور روضۃ الحسنیٰ پھیل کر عین المعانی بن گئی۔

داستانِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیری ذات ہو کر رہ گئی

عین المعانی میں المہیمن اور المطاہر کے لطائف کے ضمن میں لکھا ہے کہ ذکر جلی و خفی کی تفصیل روضۃ الحسنیٰ میں بیان کر دی گئی ہے۔

"چنانچہ تفصیل اکثر آنہا در روضۃ الحسنیٰ این ضعیف ذکر کردہ است"[۷]

حرمت سمع[۸] کے بارے میں روضۃ الحسنیٰ کے مطالعہ کا اشارہ کیا ہے۔

المہدی — کی تشریح کے ذیل میں عین المعانی کے حاشیہ پر[۹] روضۃ الحسنیٰ سے ایک حکایت نقل ہے۔

---

۵ عین المعانی ص ۴ ۶ گلزار ابرار قلمی ورق ۴۴۳ الف / ۵۴۳ ب
۷ عین المعانی ص ۳۷ ۸ عین المعانی ص ۴۷ ۹ عین المعانی ص ۱۰۱

مذکورہ حکایت سے نثر کی سادگی و سلاست اور صوفیانہ رجحان کا پتہ چلتا ہے

تفسیر انوار الاسرار حضرت شاہ عیسٰے جنداللہ کی شہرت دوام کی باعث، قرآن کریم کی عجیب و غریب تفسیر۔

انوار الاسرار۔ عربی زبان میں ہے۔

اِس تفسیر کی وجہ تالیف کے سلسلہ میں فرحی نے لکھا ہے کہ حضرت موصوف کو قرارت۔ تجوید۔ نحو۔ معانی۔ بیان اور اصول پر منتہایانہ عبور حاصل تھا اور معنوی نکات کے ہجوم کے غلبہ میں قرآنِ پاک کی تفسیر سورۂ فاتحہ میں اور سورہ فاتحہ کی تفسیر بسم اللہ میں بیان کر سکتے تھے۔ یہ تفسیر اسی جوش اور ولولہ کا نتیجہ ہے۔

تدبرِ قرآن کے فیض کی طرف فرحی نے یوں اشارہ کیا ہے۔

"در ایام جوانی بغلبۂ ذوق و حالت کہ از دل من جوش سرمی زد و اکثر بخاطرم گذشت کہ اگر سامع صاحب استعداد مقیدہ شدہ بشنود۔ تمام قرآن در سورۂ فاتحہ و سورۂ فاتحہ را در قرآن بہ ضمن ہر آیت بلکہ تمام قرآن را در بسم اللہ و بسم اللہ را در آیت بیان و عیاں سازم۔ بیت۔

بایدکہ کتاب خانہ در سینہ بود ٭ درسے نہ بود ہر آنچہ در سینہ بود[1]

حضرت شاہ عیسٰے نے جب یہ بے نظیر تفسیر لکھنی شروع کی تو

---

[1] کشف الحقائق ورق ۹۷ ب

اس کے دو اجزاء اپنے عم محترم - شیخ طاہر محدّث کی خدمت میں
حصولِ اطمینان کی خاطر بھیجے اور لیجانے والے کو یہ تاکید کردی کہ
وہ یہ ظاہر کرے کہ کسی کی تصنیف کے نامکمل اجزاء ہیں۔ اس شخص نے
اوراق حضرت شیخ طاہر محدّث کی خدمت میں پیش کئے۔ اور موصوف
کی رائے دریافت کی۔

محدّث صاحب موصوف نے غور و فکر سے ملاحظہ کرنے کے
بعد بتلایا کہ یہ تفسیر عام علماء کی دسترس سے باہر ہے۔ اسے وہی عالم
لکھ سکتا ہے جو غوث یا قطب کا درجہ رکھتا ہو۔

اس واقعہ کی تفصیل بیان ... کرتے ہوئے فرحی نے لکھا ہے کہ

"حضرت پیر دستگیر تفسیر انوار الاسرار کہ دریائے عمیق
علم حقائق و دقائق وبے بدل روزگار است۔ نوشتن
آغاز کردند۔

ہنوز دو جزو نوشتہ بودند کہ ہیچ کس برآں اطلاع
نداشت کہ روزے آں دو جزو را پیش حضرت عم
خود فرستادند و او را فرمودند کہ نخواہی گفت کہ
ایں تفسیر فلانے نوشتہ است۔ بلکہ چنیں خواہی گفت
کہ ایں دو جزو تفسیر بدست من آمدہ است شما بنظر
مبارک خود ببینید کہ چہ طور تفسیر است وے ہم چنیں کرد۔
بعد از مطالعہ محمد طاہر محدّث فرمودند کہ ایں چنیں تفسیر را
ممکن نیست کہ بے غوث و قطب کسے گفتن تواند"[۲]

---

۲ کشف الحقائق ورق ۱۱۹ ب

اس امید افزا ایماء کے بعد حضرت شاہ عیسیٰ نے اسی انداز پر کتاب کی تکمیل کی اور حضرت محدث صاحب کو جب معلوم ہوا تو انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔

"بعد ازاں چوں معلوم شد کہ حضرت ایشان گفتہ اند بسیار خوش حال گشتہ و آں حضرت را بعد از ملاقات در کنار گرفتہ فرمودند کہ حق سبحانہ تعالیٰ مرا کامل گردہ است و شمارا مکمل ساخت"[۳۲]

اس کتاب کی زبان عربی ہے۔ عبارتیں مقفیٰ۔ مسجع اور مرصع ہیں۔ یہ تفسیر صوفیانہ مذاق پر لکھی گئی ہے۔ لیکن موصوف کی نظر حدیث روایت اور لغت پر بھی ہے۔ مثلاً "الریح العقیم" کی تفسیر میں ہے کہ

"الریح العقیم الذی رسلناها عقیماً لانها اهلکته وقطعت دابرهم وقیل لا برکة فیها و لا یاتی بخیر فی البخاری نصرت بالصبا واهلکت عاد بالدبور اولا نها خربت دیارهم واعدمت آثارهم من قولهم الملک عقیم یوم العقیم لانه لا یوم بعده"

اختلاف قرات سے بھی اعتناء کیا گیا ہے۔ ہر سورہ کی ابتداء میں اسی سورہ کی مناسبت سے بسم اللہ کی تضمین کی ہے۔

مثلاً سورہ طور کی اس طرح تضمین کی ہے۔

---

۳۲ کشف الحقائق ورق ۱۱۹ ب

بسم اللہ الجامع المتجلی بالطور الرحمٰن یا لکتاب المسطور الرحیم بالرق المنشور"

مثلاً سورۂ رحمٰن کی اس طرح تضمین کی ہے:

بسم اللہ الجامع المتجلی بالتعین الاول والانسان الرحمٰن بتعلیم البیان ٥

" الرحیم لقولہ لمن خاف مقام ربہ جنتان"

اس میں تفسیر عرائس مکی۔ عباسی۔ سلمی۔ مجمع البحار۔ معالم وغیرہ کے حوالے بھی موجود ہیں

اس تفسیر میں بعض آیات کی کئی توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ عاقل خان رازی نے ثمرات الحیات میں لکھا ہے کہ حضرت برہان الدین رازی نے آیات متشابہات کی تفسیر کے ضمن میں بتلایا۔ کہ تفسیر انوار الاسرار میں "آیہ یا ایہا الذین آمنوا باللہ" کی نوسو وجوہ بیان کی ہیں اور آیہ شریفہ — فاوحی الی عبدہ ما اوحی" کی چالیس توجیہات بیان کی ہیں[۴]

صراط مستقیم کی تشریح کی جدت کا حوالہ صاحب کشف الحقائق نے دیا ہے۔[۵]

عین المعانی میں آیت کریمہ" فمن یبتغی ومن عصیانی فانک غفور الرحیم" کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے کہ:—

"در تفسیر انوار الاسرار باحسن طریق بیین است[۶]"

---

[۴] ثمرات الحیات — ورق ۵۷ ب [۵] کشف الحقائق ورق ۶۵ ب

[۶] عین المعانی ص ۱۰۱

اِس بے نظیر تفسیر کا دیباچہ غوثی نے گلزارِ ابرار میں نقل کیا ہے۔
مختصر یہ کہ بقول فرحی تفسیر زیر بحث "علم حقایق و دقایق کا دریائے عمیق اور بے بدل روزگار است"

رسالۂ حواس پنجگانہ —— یہ رسالہ الخول نے صدرِ جہاں دھاری وال کے التماس پر لکھا تھا۔

"رسالہ حواس پنجگانہ کہ توفیق بحضرات خمس یافتہ بالتماس شیخ صدر جہان دھاری وال کہ از خلفائے برگزیدہ اوست۔ نگارش فرمود[۹]"

حاشیہ بر اشارۂ غریبہ —— کتاب انسانِ کامل ——
"اشاراتِ غریبہ" - انسان کامل - عبدالکریم حنبلی کی تصنیف ہے۔ اشارات کی واضح اور عمدہ شرح ہے - یہ کتاب سید احمد دکنی —— (خلیفہ حضرت شیخ وجیہ الدین علوی) کی شاگردی کے زمانہ میں لکھی گئی ہے۔

شرح قصیدۂ بردہ —— قصیدۂ بردہ کی فارسی شرح ہے۔

رسالہ قبلۃ المذاہب —— فارسی زبان میں لال تصوف کے اشارات کی توضیح ہے۔

حاشیہ بر شرحِ ضیائیہ —— مولانا عبدالرحمن جامی کی شرح کافیہ کا یہ مشرح حاشیہ ہے۔ عبدالستار کے زمانۂ درس میں تصنیف کی گئی ہے۔ مولانا عبدالغفور برہان پوری اور مولانا عصام الدین کے حاشیوں کے مقابلہ میں اس کی زبان صاف و شستہ ہے۔ اور بیان میں دلکشی ہے۔

---

۹ گلزار ابرار قلمی —— ورق ۱۴۲ ب

مصنف گلزار ابرار[۱۱] نے اس کی شیریں بیانی کی تعریف کی ہے۔

فتح محمدی علم تفسیر کے متعلق یہ کتاب بابا فتح محمد محدث کے لیے لکھی گئی تھی۔ عین المعانی کے صفحہ ۱۰۹ کے حاشیہ پر اس کا حوالہ ملتا ہے۔

تتمیم شرح مایہ عوامل اس کتاب کا آغاز فتح اللہ شیرازی نے کیا تھا۔ لیکن ان کی ناگہانی موت کے باعث نامکمل رہ گئی۔ ان کے چچازاد بھائی میر سید علی کی درخواست پر مسیح الاولیاء نے اس کو پورا کیا تھا۔

"میر فتح اللہ شیرازی آغاز فرمودہ۔ از جہت بیوفائی زندگانی بانجام نرسید۔ بآرزوے میر سید علی ابن عم قاضی نور اللہ کہ تقاضاے شکر عرش آستانی اکبرشاہ داشت۔ بروش آغاز انجام رسانید"[۱۲]

رسالہ عقود مختصر عبارت میں یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ ارباب حدیث ہاتھ کی انگلیوں پر اعداد کا شمار رکھتے ہیں۔ اس نسبت سے رسالہ کا نام "رسالہ عقود" رکھا گیا ہے۔

شرح رباعیات اسرار الوحی اسرار الوحی سے متعلق دو رباعیات کی شرح ہے۔

مجمع البحرین اس کتاب کا ذکر صرف تاریخ برہان پور میں ملتا ہے۔

---

[۱۱] گلزار ابرار قلمی ورق ۲۸۵ الف [۱۲] ایضاً

حضرت شاہ عیسےٰ جنداللہؒ کی تصانیف میں سے صرف عین المعانی اور رسالہ دقیقہ راقم کے پیش نظر ہیں۔ باقی تصانیف کے تذکرے ملتے ہیں۔ تصانیف نا پید ہیں۔ انوار الاسرار کا دیباچہ گلزار ابرار میں نقل ہے۔ عین المعانی میں کئی مقامات پر اس کے حوالے ملتے ہیں۔ وحدت الوجود کے بارے میں سیّد محمد مطیع اللہ صاحب راشد نے از رہ بندہ نوازی مختصر اشارات بہم فرمائے ہیں۔

آئندہ سطور میں ان تصانیف پر تبصرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ الاولیاء جملہ ظاہری اور باطنی علوم سے متصف تھے ان کی تصانیف کے مطالعہ سے ان کی عظمت اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

رسالہ دقیقہ [1] یہ مختصر رسالہ تعینات اور حقیقت محمدیہ کی بحث پر مبنی ہے۔ شذرات کے طور پر ہر شذرہ میں کسی ایک نوع کی نمائش کی گئی ہے۔ ہر سرخی کا نام "دقیقہ" ہے۔ یہ مختصر رسالہ بارہ ۱۲ دقائق پر مشتمل ہے۔

آصفیہ کتب خانہ کے قلمی نسخے کے ترقیمہ کی عبارت۔

تمام شد رسالہ من تصنیفات حضرت شاہ شیخ الاولیاء شاہ عیسےٰ جنداللہ رحمۃ اللہ علیہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ شاہ موصوف کے انتقال کے بعد نقل کیا گیا ہے۔ کاتب نے سن کتابت کی تصریح نہیں کی ہے۔

---

[1] رسالہ دقیقہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد) میں راقم کی نظر سے گذرا ہے۔

رسالہ دقیقہ ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء کے بعد کی تصنیف ہے۔ کیونکہ سن مذکور تک دی ہوئی ملا غوثی کی فہرست میں[۱] اس رسالہ کا اندراج نہیں ہے۔ زیرِ نظر رسالہ دقیقہ کی ابتدا اِن الفاظ سے ہوتی ہے:۔

"خلق بعد از ارتفاع کثرت عینِ حق است. اگر لام جمال را کہ عبارت از ظہورِ کثرت است از میاں بر داری و نقطہ تعیّن از سرِ خا بر گیری بنگر کہ چہ ماند"

خلق ارتفاعِ کثرت سے عینِ حق ہے لام (ل) کے ساقط کرنے اور خ کا نقطہ ہٹانے کے بعد "حق" رہ جاتا ہے۔

دقیقہ اوّل میں بتلایا گیا ہے کہ وجود حقیقی حق تعالیٰ کا ہے اور حقیقتِ محمدی ذاتِ مطلق کا پہلا تعین علمی بشان کلی ہے۔ جو تمام شیونات الٰہیہ اور کونیہ کی جامع ہے۔

وحدت کی دو شاخیں ظاہر ہوئیں۔

"یکے احدیت کہ ذات بآن اعتبار از ہمہ اعتبارات منزہ و مجرّد است۔

دوم۔ احدیت کہ ذات بآن اعتبارات بہمہ صفاتِ الٰہیہ و اعتبارات کیانی متصف است"

دوسرے دقیقہ میں صفاتِ الٰہی کی اور تیسرے میں واحدیت کی قسمیں بتلائی ہیں۔ واحدیت (۱) صفاتِ الٰہی (۲) اعتباراتِ کیانی۔

صفاتِ الٰہی — آنرا گویند کہ وصفِ وجودی و فعلی صفتِ ذاتی

---

[۱] گلزارِ ابرار قلمی ورق ۳۱۱/ ب ۳۲۵ الف

ایشاں باشد

اعتباراتِ کیانی:۔ آں را گویند کہ صفت لازمی ایشاں انفعال و امکان بود و انفعال اثر قبول کردن است۔

دقیقۂ چہارم میں لفظ اللہ اور حق کا اطلاق دو جگہ ہوتا بتلایا گیا ہے (۱) در مرتبۂ لا تعین (۲) در مرتبۂ الوہیت۔

دقیقۂ پنجم میں "اعیانِ ثابتہ" کی بحث ہے اور دقیقۂ ششم میں حقیقتِ محمدیہ کا بیان ہے۔

ذاتِ احدیت باعتبارِ تعین اول حقیقتِ محمدی ہے۔ جو مظہر حقیقی احدیت ہے۔ تمام مراتب موجودات مظہر حقیقت محمدی ہیں۔ حقیقت محمدی کے علاوہ اللہ کی تمام شانیں حقیقت محمدی کی فرع ہیں۔

ہفتم اور ہشتم دقائق میں عالم ارواح، عالم مثال اور عالم شہادت کی تفصیل ہے۔ ایک گوشوارہ[1] کے ذریعہ اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

دقیقۂ نہم میں بتلایا ہے کہ:۔ "وجود مطلق در اول مرتبہ کہ جمیع تعینات را شامل است۔ انسان در آخر مرتبہ جمیع را حامل کہ مرتبۂ احدیت و حقیقتِ محمدی است"

دقیقۂ دہم میں تنزل اول اور تنزل ثانی کا تخم کی تمثیل میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان کے بعد دوسرے دقیقہ میں معرفت کی تین قسموں کی وضاحت کی گئی ہے۔ (۱) معرفت افعالی (۲) معرفت صفاتی

---

[1] گوشوارہ ۔ نقل رسالہ دقیقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

(۳) معرفت ذاتی۔

انواعِ معرفت کی تشریح کے ذیل میں بقول صوفیاء چند "ناگفتنی" امور بھی بیان کئے ہیں۔

"اگرچہ این اسرار گفتنی نیست اما از صاحبِ بصیرت منع کردنی ہم نے"

دقیقۂ دوازدہم۔ میں ذیل کی رباعی کی تشریح ہے۔

یارِ ما ہر ساعتے آید ببازارِ دگر تا بود حسن و جمالش را خریدارِ دگر
کسوتِ دیگر بپوشد جلوۂ دیگر کند مظہرِ دیگر نماید بہرِ اظہارِ دگر

آخر میں ایک قطعہ ہے۔ جس کا آخری شعر یہ ہے۔

آب اندر گل است و گل در آب عینِ آب این دقیقہ را دریاب

خاتمہ میں شاہ عیسیٰ جنداللہ کی ایک رباعی مندرج ہے ؎

ہیچ میدانی تو خود را ہستی و یا نیستی
خویش را بشناس و بنگر کیستی و چیستی
آنکہ می گوید کلیم است آنکہ می بیند بصیر
وانکہ می شنود سمیع است پس بگو تو کیستی

رسالہ وحدت وجود — حضرت شیخ عبداللہ بنبانی نے حدیث نبوی "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" کی شرح عربی میں کی تھی۔ اس کی فارسی شرح مسیح الاولیاء نے اپنے پیر و مرشد حضرت لشکر محمد عارف باللہ قدس سرہ کے ایماء پر کی۔ اسے مسیح الاولیاء کی اوّلین تصنیف قرار دینا چاہیئے کیونکہ یہ کتاب شیخ محمد عارف لشکری قدس سرہ کے زمانۂ حیات میں لکھی گئی ہے۔

رسالۂ وحدتِ وجود کا دیباچہ ملاحظہ کیجئے :۔

"می گوید فقیر ضعیف خاکروب درگاہِ معدان انوار اللہ حضرت شاہ لشکر باللہ کہ چوں ایں رسالہ متضمنِ توحید وحدت الوجود بود و مشتمل بر اذواقِ وجد و شہود از مصنفاتِ شیخ العاشقین والعارفین آں موحدِ ربانی شیخ عبداللہ بنبانی در معنی حدیثِ نبوی۔ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ۔ لیکن زبان تازی بود بعضے عزیزانِ حضارِ مجلس شریف بحضرت ارشاد مآبی خلد اللہ ظلالہ السامی التماس نمودند کہ ایں رسالہ اگر بزبان پارسی املا کردہ شود۔ و بلسان مشہور انشاء نمودہ آید بہتر است۔ تا ہر خاص و عام از افادات و استفادات محروم نماند

پس با ایں ضعیف اشارت نمودند۔ ایں ضعیف از فیض حضرت یک ذرہ منقبتش می گوید۔

مرشدِ کامل کہ نامش لشکر است لشکر اہلِ صفا را رہبر است
دیدہ اش بینا شدہ از نورِ حق چوں کلیم اللہ شدہ بر طورِ حق
مقتدائے جملۂ اہلِ وفا پیشوائے زمرۂ صدق و صفا

بشارتِ حق دانست و التماسِ دعا نمود تا ایں ترجمہ از خیانت مصئون ماند۔

واللہ ولی التوفیق والہدایۃ ......

یہ رسالہ عبارت آرائی اور مختصر تمثیلات کے ساتھ عربی فارسی برجستہ اشعار سے بھی مزین ہے۔ زور بیان صوفیانہ اصطلاحات روانی اس کی مایہ الامتیاز خصوصیات ہیں۔

عین المعانی

عین المعانی فن تصوف میں حضرت شاہ عیسٰے جند اللہؒ کا شاہکار ہے۔ اس میں اسمائے الٰہی کی مبسوط اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور نہایت بسیط شرح کے ساتھ ورد و وظائف اور اعمال وغیرہ کے بیانات اور تعلیمات ہیں۔

یہ کتاب صوفیانہ رموز و نکات اور اصطلاحات پر مبنی ہے۔ اس میں ورد و وظائف اور دعوت اسمار کی تعلیم سے متعلق اشعار کی برجستگی اور انداز بیان کے حسن اور ندرت نے کتاب کو دلچسپ بنا دیا ہے اور قاری کا ذہن ان خشک مضامین کی خشکی کو محسوس نہیں کرتا کیونکہ کتاب میں شروع سے آخر تک ہر فصل میں قطعہ فرد۔ رباعی۔ مثنوی۔ ابیات وغیرہ کثرت سے تحریر ہیں۔

زیر نظر کتاب میں اسمائے الٰہی کی تشریح میں ذیل کا التزام

سلہ زیر نظر نسخے صد (۱) قلمی نسخہ۔ مملوکہ جناب مولوی سید احکام اللہ صاحب برہان پوری۔

(۲) قلمی نسخہ ۔ فن تصوف ۲۶۲ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد۔

(۳) مطبوعہ نسخہ۔ مملوکہ راقم

(۴) مطبوعہ نسخے۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد ۱۰۱۴ اور ۳۲۹۰۸

دکھا گیا ہے اور ہر ایک کے ضمن میں قرآنی آیات۔ احادیث اقوال صوفیاء وصلحاء اور عربی و فارسی کے اشعار کثرت سے نقل کیے گیے ہیں۔

(۱) قسم اسم — تہذیبی، ثبوتی، تقدیسی، جلالی، جمالی، سلبی، ذاتی یا مشترک۔

(۲) اسم کس سے مرکّب یا مشتق ہے۔

(۳) لغوی معانی۔

(۴) اوصاف اور خواص اسم۔

(۵) معمّا — ہر اسم کو ایک شعر میں معمّا کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

(۶) اسم کے اثرات اور دیگر وضاحتیں۔

(۷) قرآن مجید میں اس کا محل وقوع، اطلاق اور توجیہ۔

(۸) اسم کے متعلق متکلمین کا عقیدہ۔

(۹) مظاہر

(۱۰) کس اسم سے اتّصال زیادہ مؤثر اور مفید ہے۔

(۱۱) شرائط عمل اور اس کے اثرات۔

(ا) زاہد کے لیے (ب) عابد کے لیے (ج) عاشق کے لیے۔

(د) موحد کے لیے (ہ) محقق کے لیے۔

(۱۲) اشغال - داعی - نصاب - زکواۃ - عشر - قفل - ورد - مدود - طریق دعوت۔

مذکورہ بالا التزام کے ساتھ خدائے قدّوس کے ایک سو اور تین ناموں کا بیان ہے ہر عنوان کے تحت عربی اور فارسی کے

اشعار اس خوبی سے چسپاں کر دیئے گئے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ
اسی موقع اور محل کے لیئے نظم کیئے گئے تھے۔ عبارت مرصّع اور
مسجّع ہونے کے باوجود دلکش ہے۔

حمد و ثنا کے بعد تمہید میں سبب تالیف کے ذیل میں لکھا ہے کہ۔

"بعد از یکے از زمرۂ مریدانِ پیر کامل و مرشد مکمل معدنِ
جواہر انوار اللہ نور السموات وسالار سپاہ ان جندنا
لہم الغالبون، وصدر آرائے مسند وانتم الاعلون، کہ
عساکر ارشادش امداد بخش زخم خوردہ مصاف طالبِ
نواند بود وجنود تلقین او سرگشتگان صحرائے توحید را
بدرقہ تواند بود یعنی بر اسرار خفیات واقف حضرت شیخ
لشکر محمد عارف الہم نکما وافقت تاریخ وصالہ باسمہ
ابدیہ جنود قلوب طالبیہ بلطفہ عیسٰے بن قاسم بن
یوسف بن رکن الدین بن معروف بن شہاب الدین
المعروفی النہانی السہروردی والجنیدی السندی
والہندی البراری المعروف بالعشقی الشطاری القادری
الملقب بہ عین العرفا وکنی یا بو البرکت می گوید کہ در
سنہ سبع وتسعین وتسعمایۃ در بلدہ دل با من معات
اہل الکرم ورشحات اہل الفضل نور کا نہا بلدۃ طیبۃ
ولا بہا رب غفور یعنی آنہا بر ہان پور ایدہ اللہ تعالٰے
بالسرور الی یوم النشور دلہ تبلولہ عند اغماض العین نمودند کہ

جمعے از مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ می فرمایند کہ مطالعہ
عین المعانی و مقادلہ اومی باید کرد۔ چوں سراز بالین
ایں خواب بشارت نقاب مصرعہ :۔
زہے مراتب خوبی کہ بہ ز بیداری
برداشتم۔ دست تردد در آستین احتمال کشیدہ
و سر تامل بر زانوئے تخمین نہادہ گفتنم کہ مراد از
عین المعانی دعاریا کتابی یا رسالۂ عین العلم کہ در علم
سلوک مختصر یست مشتمل بر فوائد چیدہ یا ازین
لفظ بطریق اشارت و باسلوب کنایت امری غیر
مذکور را ارادہ کردہ باشند کہ نقد ادراک آن
در مخزن عقل و صرۂ فہم نگنجد۔ ہمدرین بود کہ
درہماں روز یکے از محبت شعار با خلاص کہ
فتوحات الٰہی و فیوضات نا متناہی شامل حال
او باد۔ رسالۂ روضۃ الحسنیٰ فی شرح اسماء الحسنیٰ
کہ مختصری از مؤلفات این ضعیف است کہ
درین حافظ سمت تحریر یافتہ بود۔ آورد آغاز
نبشتن آں کرد۔ ایں ضعیف بارادۂ آنکہ در
کتابت این رسالہ مشارکت نمودہ اعانت نماید
اوراق از دست او گرفتہ سطری چند در نوشت
بعضے معنی جدید در عین کتابت وارو گشت و

مقرباں باشد کہ این معنی ثانی از معانی اولی انسب
و اولی می نماید و می شاید کہ این نوع از بیان نوعی
عین حکمت حکیم است کہ زمام انقیاد قلم اعلیٰ و قلم
اسفل بدست مثیت و انگشت ارادت او تسلیم
داعیہ دعوت وقت بآن خواند کہ شرحے دیگر ہم باسلوب
غریب بنظم و نثر می باید نوشت۔ پس بعبارتے
کہ مقدور استطاعت او بود۔ متصدی آن گشت[1]

حضرت شیخ علیہ نے ۹۹۶ھ م ۱۵۸۸ء میں برہان پور میں
قیلولہ کے دوران خواب میں دیکھا کہ مشائخین کرام کی ایک جماعت
ان کے عین المعانی کے مطالعہ کا ذکر کر رہی ہے۔ بیداری کے بعد
اس فکر میں تھے کہ عین المعانی کیا ہے؛ دعا کی کتاب ہے۔ یا رسالہ
عین العلم ہے۔
اسی دن ایک مخلص روضۃ الجنۃ کی نقل کر رہا تھا۔
حضرت موصوف نے اس کی مدد کے خیال سے اس کے ہاتھ سے
کاغذات لے کر نقل کرنا شروع کر دی۔ چند سطور کی نقل کے بعد
اول سے مختلف اور جدید معانی خیال میں آنے لگے۔ جو معانی
اولی کے مقابلہ میں "اولی و انسب" تھے۔ خیال ہوا کہ یہ بھی "حکمت حکیم"
ہے۔ لہذا دوسری شرح "باسلوب غریب بہ نظم و نثر" لکھی جائے۔

---

[1] قلمی نسخہ۔ آصفیہ حیدر آباد۔ ورق ۳ الف/ب مطبوعہ نسخہ ص ۷

اور یہی خیال عین المعانی کی تصنیف کا باعث ٹھہرا عین المعانی اور روضۃ الحسنیٰ کے بارے میں ملا غوثی نے گلزارِ ابرار میں لکھا ہے کہ اوّل اوّل ہے۔ ثانی کا ثانی نہیں۔

"اوّل اوّل ست و ثانی ثانی ندارد" [۱]

سن تصنیف روضۃ الحسنیٰ ۹۵۹ھ سن حافظ میں لکھی گئی۔[۲] اور یہ ضخیم اور نادر کتاب ۹۹۷ھ میں لکھی گئی۔ یہ شاہ کار چند ماہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور اس کا نام عین المعانی رکھا گیا۔[۳]

تسمیۂ کتاب کے بعد مصنف نے دعا مانگی ہے کہ خدا اس کتاب کو اسمائے الٰہی اور ان بزرگوں (جنھوں نے اسمائے الٰہی سے فیض پایا ہے) اور بالخصوص حضرت لشکر عارف باللہؒ کی برکت سے خطار و خلل سے محفوظ رکھے۔

"این رسالہ مسمّیٰ بہ عین المعانی فی شرح الاسمار الربّانی۔ امید بحضرتِ بیچون چنانست کہ بہ برکت اسمائے خود و آنانکہ بہ آنہا مستفیض و معیض شدہ اند خصوصاً بہ برکت حضرت شیخ این ضعیف این رسالہ را از خطار و خلل و از لغزش و زلل محفوظ دارد" [۴]

۱۔ گلزارِ ابرار۔ قلمی نسخہ۔ مملوکۂ راقم ورق ۴۴۳ ب
۲۔ عین المعانی۔ قلمی نسخہ ورق ۴ الف
۳۔ " " " ۳ الف
۴۔ مطبوعہ نسخہ ص ۱۹

ترتیبِ کتاب | تمہید کتاب چند فصلوں پر مشتمل ہے۔ جن میں مندرجہ ذیل اصطلاحاتِ صوفیہ کی تشریح و توضیح ہے۔

حقیقتِ حق سبحانہ۔ تعینِ اوّل۔ اُمہاتِ صفاتِ ذاتی غناءِ مطلق۔ مرتبۂ واحدیت۔ لفظِ وجود۔ ظاہرِ وجود۔ مرتبۂ الوہیہ۔ رب الارباب۔ وحدتِ حق سبحانہ، حقایقِ کونیہ۔ حقیقۃ الحقایق فیضانِ حق۔ وجوب و کون عروجِ روحانی۔ ظہور و بطون۔ انسان کامل و ناقص اسامی اہلِ سلوک۔ فنا۔ تخلق یعنی ظہورِ حق۔ تحقق یعنی اتحادِ ذاتِ سالک۔ جمیع اسمائے جلالی۔ طریقِ دعوتِ اسماء اللہ الحسنیٰ طریقِ دعوتِ نود و نہ نام باری تعالیٰ۔ وغیرہ وغیرہ۔

آخر الذکر دو فصلوں میں سے پہلی فصل میں سالک سے یوں مخاطب ہیں:—

اے سالک! تو ئی مالکِ جمیعِ اشیاء۔ اشیا از تست پیدا و تو در اشیاء ہویدا۔ چہ اشیاء مظاہرِ اسماء مقتضیاتِ ایشان ودرمیانِ این ہر دو را رابطہ ایست کہ آنرا حقیقتِ آدمیہ گویند۔ وحقیقتِ انسانیہ نیز گویند و تا سیرِ سلوک آنجا نرسد۔ آدمی نتوان گفت بلکہ اولئک کالانعام بل ہم اضل از قبیلِ ایشان است اگر بے معرفتِ نفسِ خویش می کند۔ سود ہی

ندارد کہ بے توحید افعال ظاہری و باطنی ہباء منثور است کہ توحید نہ یکے گفتن است و بس توحید یکے دیدن است نے نے بلکہ یکے بودن است و آن یکے بودن را مسافتے بعید است مسافرے کہ درین راہ در آمد شد آگاہ باشد طلب کن و دامن بدست جاں گیر۔ چنانکہ آں مور گرفتہ بود۔ تا بکعبہ آمال رسی از خود برسی۔

بیت

مورِ مسکین موسی داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید[1]

دوسری فصل میں لکھا ہے کہ ہر اسم کے تحت تین شغل ہیں:۔
(۱) طریق ذکر (۲) طریق فکر (۳) طریق کشش۔

ان طریقوں کی تعلیم حضرت شیخ محمد غوث قدس سرہ العزیز نے حضرت سالار جنید اللہ کو اور حضرت موصوف نے حضرت مسیح الاولیاء کو دی تھی۔[2]

اس کے بعد مذکورہ بالا التزام کے ساتھ ہر اسم کے ساتھ ایک معما ہے۔ مشہور شعراء کے کلام سے جا بجا عبارت کو دلکش بنایا گیا ہے۔ اس "تزئین" میں سلیمان سیفی۔ برادر حضرت شاہ موصوف کی

ع۱ عین المعانی ص ۱۸ ع۲ عین المعانی ص ۱۹ / ۲۲

چند رباعیات نے اضافہ کر دیا ہے۔

اسمائے الٰہی کی تشریحات عین المعانی (مطبوعہ) کے صفحہ ۲ سے شروع ہو کر ص ۲۳۲ پر ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے اسم الٰہی کا اشارہ ہے۔ پھر مظاہر وظائف اور اشغال ہیں۔ وظائف داعی۔ عاشق۔ متعلق۔ موحد اور محقق کے لئے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ وظائف کے بعد اشغال کا ذکر ہے۔ اس تمام ترتیب میں ابیات اور رباعیات سے نفس مطلب کی خشکی کو دور کرنے اور مفہوم کو آسانی سے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عبارت رواں اور شگفتہ ہے۔

خاتمۂ کتاب میں اہل تصوف کے ذوق کی حسب ذیل چیزیں ہیں۔ (۱) شغل مجمع البحرین (۲) شغل لمع الولایت۔ (۳) واو دائرے (۴) نشاء الفاتح (۵) مرکز مقناطیسی (۶) شغل شجرۃ التوحید۔ خاتمۂ کتاب ان سطور سے شروع ہوتا ہے۔

"ختم کار ہر یک آن است کہ بخدا سبحانہ برسد خواہ باضطرار چنانکہ بموت صوری۔ خواہ باختیار چنانکہ "موتوا قبل ان تموتوا" و دیگر وعدنفسک من اصحاب القبور وایں موت اختیاری ہر یک را نہ عابد و زاہد وغیرہما برحسب اطلاع مراد ایشان

۱؎ عین المعانی ص ص ۲۳۴ ـ ۲۳۶

است و ہر یک می پندارد کہ من حاصل کردہ ام
ولیکن باتفاق جمیع اوّلین و آخرین آنکہ انچہ بسبب
ذکر حاصل شود آں معتبر است"[1]

ترقیمہ کی عبارت تکمیل تصنیف پر روشنی ڈالتی ہے :—

"فقد ھذا الرسالۃ عافیہ فی الشہر المبارک رمضان
عند الظہر فی یوم الاثنین من بفضل اللہم انک عفو تحت
العفو فاعف عنا بجودک و لطفک چنانکہ حق سبحانہ
در ماہِ مبارک مذکور در ہر شب چند تو او اللہ عتقا
فی کل لیلۃ من رمضان" از آتش دوزخ آزاد کند
..... ہم چنیں ایں رسالہ را در نظر جمیع اہل طلب
و ارادت و خدا وند وصل و لایت بحرمت جمیع
انبیاء و عظام و اصحاب کرام و مشائخ اولی الہام
ظاہر و روشن گرداند بمنہ کمال فضلہ"[2]

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ رمضان میں ظہر کے
وقت کتاب تکمیل کو پہنچی آخر میں حضرت شاہ علیہ کی رباعی مرقوم ہے:

در آئینہ گرچہ خود نمائی باشد ❊ پیوستہ ز خویشتن جدائی باشد
خود را بمثال غیر دیدن عجب است ❊ ایں بوالعجبی کار خدائی باشد[3]

عین المعانی کی اہمیت | وظائف و درود سے متعلق اور

---

[1] عین المعانی ص ۲۴۱ [2] عین المعانی ص ۲۴۲ [3] عین المعانی ص ۲۴۲

اسمائے جلالی وجمالی کی بسوط شرح - عین المعانی - حضرت شاہ عیسٰے جنداللہؒ کی نادرہ روزگار تصنیف ہے۔ اس میں تصوف کے مقامات کی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

تصوف کی اصطلاحات - عربی اشعار - احادیث آیات پاک کے اقتباسات اور حوالہ جات کی وجہ سے کتاب عام ذہن سے بالاتر ہے۔ فارسی اشعار کے مندرجات نے کتاب اور پیرایہ بیان کو لطیف بنا دیا ہے درود و وظائف جیسا خشک مضمون منظومات کے ارتباط سے نہایت دلکش اور اثر انگیز بن گیا ہے۔

اس دور میں جبکہ ضخیم کتابوں کی نقل کرنا انتہائی دشوار اور صبر آزما کام تھا۔ اس کی نقلیں ہندوستان میں پھیل چکی تھیں۔ اور یہ کتاب درس میں داخل ہو گئی تھی۔

"دور دراز" کے مقامات سے طالبان علم اس کا درس لینے کے لیئے برہان پور آتے تھے۔ فرحی نے کشف الحقایق میں کابل سے شیخ محمد صدیق کا عین المعانی کے درس کی خاطر برہان پور آنے کا ذکر کیا ہے (کشف الحقایق ورق ۲۹ ب)

مریدوں میں عین المعانی درس وحوالہ کی کتاب بن گئی تھی فرحی نے اپنے سفر پنجاب کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک فقیر نے عین المعانی سے مردم آزاری کی سزا کا حوالہ دیا تھا۔

فرحی نے خود فنا - غوث اور تجدد امثال وغیرہ کے بیان کے ذیل میں جا بجا عین المعانی کے درس کا حوالہ دیا ہے اور اقتباسات

نقل کیے ہیں۔

عین المعانی کے متعلق خود حضرت شاہ موصوف کی رائے ملاحظہ کیجیے:۔ "از جملہ غرائب یکے آنست کہ دریں کتاب مظاہر اسماء الحسنٰی رقم نمودہ شد۔ اما کسے متصدی ایں نگشتہ بود"[1]

عین المعانی میں حضرت شاہ عیسٰے جنداللہؒ کی تصانیف کے حوالے ملتے ہیں۔ دیباچہ میں[2] اور دیگر مقامات پر[3] روضۃ الحسنیٰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حاشیہ[4] پر اور تشریحات کے ذیل میں روضۃ الحسنیٰ سے چند حکایات اور اقتباسات منقول ہیں۔

تفسیر انوار الاسرار[5] اور فتح محمدی[6] کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

حضرت شاہ موصوف نے اپنے پیر و مرشد۔ حضرت شاہ[7] لشکر محمد عارف باللہؒ اور ان کی تصنیف۔ شرح[8] نود و نہ نام کا ذکر کیا ہے۔ شرح کا ذکر اور اقتباس قطب غوث اور ابدال کے مرتبہ میں ملتا ہے۔ مشاہدۂ حق کے ذکر کے ذیل[9] میں شیخ طاہر محدثؒ حضرت کے عم بزرگ کا بھی ذکر ہے۔

کتاب کے ماخذات کتاب کی مقبولیت اور اس کے ماخذات سے بھی کتاب کی اہمیت کا اندازہ لگایا

---

[1] کشف الحقایق۔ قلمی ورق ۸۰ ب [2] عین المعانی مطبوعہ ص ۴

[3] عین المعانی ص ۲۷/ص ۴۷/ حاشیہ ص ۱۳۰/ ۱۳۲ [4] عین المعانی حاشیہ ص ۱۳۰/ ص ۱۳۲

[5] عین المعانی ص ۱۰۱/ حاشیہ ص ۱۳۱ [6] عین المعانی حاشیہ ص ۱۰۹

[7] عین المعانی ص ۳/ ص ۱۹/ ص ۲۴/ ص ۳۸/ ص ۱۲۷/ ص ۱۴۲/ ص ۱۴۹/ ص ۲۲۹/ ص ۲۳۰

[8] عین المعانی ص ۲۲۱ [9] عین المعانی ص ۲۱۶

جا سکتا ہے۔ عین المعانی میں ذیل کی تصانیف کے حوالے اور اقتباسات ملتے ہیں۔

منہج العمال۔ صحیح بخاری۔ ترمذی۔ مسلم۔ مکتوبات منیری۔ صحیح مستدرک۔ قزوینی۔ فصوص الحکم۔ حصن حصین۔ شارح قیصری۔ شرح منازل۔ فتوحات۔ شرح بخاری۔ شرح بیضاوی۔ اصطلاحات صوفیہ۔ نفحات جامی۔ تذکرۃ اولیاء۔ جواہر خمسہ۔ کیمیائے سعادت۔ عوارف۔ مرصاد العباد۔ مرات العارفین۔ رسالہ مکیہ۔ شمائل۔ جواہر جلالی۔ تصانیف غزالی وغیرہ۔

یہاں عین المعانی کے ایک انتخاب — مظاہر الاسماء کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

مظاہر الاسماء — انتخاب عین المعانی

حضرت شاہ یوسف کے ایک ارادت مند امان اللہ نے عین المعانی کا انتخاب۔ المظاہر الاسماء کے نام سے ۱۰۴۳ھ / ۱۶۳۳ء میں قلعہ دولت آباد میں کیا۔

ابتدائی تیس فصول میں مسائل تصوّف کا بیان ہے تصوّف کے رموز و نکات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے خدا کے اسماء پر بحث ہے۔ عبارت کو موزوں اشعار اور رباعیات وغیرہ سے مربوط کیا گیا ہے۔ بعد میں جواہر خمسہ سے دائرہ تنزلات نقل ہے۔

اس کتاب کا ایک مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں راقم کی نظر سے گذرا ہے۔

دیباچہ سے اقتباس درج ذیل ہے۔

"کمترین عباد — امان اللہ کہ نسبتِ ارادت بعین قدم بوسی سید السادات قطبِ زماں حضرت شاہ یوسف قدس سرہٗ ونور مرقدہٗ در سلسلۂ عالیہ قادریہ الشطاریہ دارد۔ اکثر اوقات در خیال این ذرہ بے عمل چہ حالی خطور می کرد مظاہر و معانی اسماء الحسنٰی از کتاب عین المعانی کہ تصنیف حضرت شاہ علیہ برہان پوری قدس سرہ العزیز است انتخاب نماید ....

این نعمت سرمدی در سنہ عشرین ومایہ والف در قلعہ دولت آباد سر آمد این رسالہ را بمظاہر الاسماء بر صفحۂ روزگار یادگار گذاشت"

معمّیات :— فن معمّا شعر و ادب کی بہترین صنعت ہے۔ اس کے مخصوص قواعد و ضوابط ہیں۔ خاص خاص اصطلاحات ہیں۔ عین المعانی کے معمّیات کی تشریح کے ضمن میں جو اصطلاحات آئی ہیں تشریحات اسمائے الٰہی کے قبل ان کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

عمل تحلیل :— جملہ یا لفظ کے ٹکڑے کرنا۔

عمل تصحیف — نقطوں میں تبدیلی کرنا۔

ترجمہ :— فارسی سے عربی میں یا عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنا۔

تصویر — مشابہ حرف یا لفظ لکھنا یا حروف کا نام ان کی شکل کے مطابق لکھنا۔

تخرجہ :- حرف یا حروف کا کسی لفظ میں سے خارج کرنا۔
تدخلہ :- حرف یا حروف کا کسی لفظ میں داخل کرنا۔
تافتہ :- مقلوب یا الٹا کرنا۔
اس کے اشارات یہ بھی ہیں۔ گردان۔ گردد۔ چرخ۔ معکوس۔ مقلوب۔ دل۔
نقد :- کسی حرف یا لفظ کے اعداد لینا۔
سر — رو — کسی لفظ کا پہلا حرف۔
آخر :- انتہا۔ کسی لفظ کا آخری حرف۔
جوہر :- جان۔ روح۔ قلب کسی لفظ کا وسطی حرف
اطراف — ہر سو۔ کسی لفظ کے اوّل و آخر کے حروف۔
مہر — شمس۔ خورشید۔ کنایہ حرف (سین) س "حرف — ع
ماہ : ماہ سے حرف ل لیا جاتا ہے۔ ماہ کے تیس ۳۰ دن ہوتے ہیں
اور ل کے ۳۰ ہوتے ہیں۔
اوج ماہ — اوجِ ماہ سے حرف ق لیا جاتا ہے۔ خاکِ راہ سے
بھی ق مراد ہے۔
عین المعانی میں معمّا شعر میں ہے۔ ہر معمّے کے بعد الاشارہ
کے عنوان کے تحت فارسی میں اس کا حل ہے عبارت مختصر اور مبہم ہے۔
عین المعانی کے عہدِ تصنیف میں اعلیٰ علوم عام تھے اور ہر عالم
ہر فن اور صنعت میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ اس کے لیے
مختصر اشارات کافی ہوتے تھے۔

زمانہ کی اسی اختصار پسندی کے عالمانہ رجحان کے پیشِ نظر فاضل

مصنف نے جو اشارات دیئے ہیں وہ مختصر ہیں اور پھر یہ اہم تصنیف خاص لوگوں کے لئے تھی جو تصوف کے اسرار و غوامض سے واقف تھے اور نہیں وہی اس سے محظوظ اور لطف اندوز ہو سکتے تھے۔

عاجز راقم نے اعجاز خسروی کے رسالہ معما کی مدد[1] سے ان معموں کو حل کیا ہے جو آئندہ سطروں میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اسمائے حسنیٰ "صفات باری تعالیٰ" کا مسئلہ اسلام کی فکری تاریخ کا اہم باب ہے۔ اس سے متعلقہ مسائل کی توجیہ اور توضیح میں مفکرین اسلام اور شارحینِ کتاب و سنت نے بڑی کاوشس کی ہے۔

فرقہ جہمیہ کی بدعت طرازیوں کی وجہ سے دوسری صدی ہجری کے اوائل میں یہ مسئلہ اہم موضوع بحث بن گیا تھا۔ اس موضوع پر محدثین کرام کی اہم تصانیف درجِ ذیل ہیں۔

امام بخاری :۔ صحیح بخاری کی آخری کتاب۔

کتاب التوحید والرد علی الزنادقہ والجہمیہ۔

امام ابو داؤد ۔ "کتاب الرد علی الجہمیہ۔

امام نسائی ۔ کتاب النعوت۔

نعیم بن حماد الخزاعی ۔ "کتاب فی الصفات والرد علی الجہمیہ

عبداللہ بن محمد الجعفی ۔ "کتاب الصفات والرد علی الجہمیہ۔

امام احمد بن حنبل ۔ رسالہ فی اثبات الصفات والرد علی الجہمیہ

---

[1] رسالہ اعجاز خسروی

عبدالعزیز الکناتی — کتاب فی الرد علی الجہمیہ۔
بیہقی — کتاب الاسماء والصفات۔

اہل سنت والجماعت کے متکلمین نے بھی ان مسائل پر مستقل کتابیں لکھی ہیں:-

امام غزالی — "المقصد الاسنیٰ فی اسماء اللہ الحسنیٰ"
امام رازی — لوامع البینات فی شرح اسماء اللہ تعالےٰ والصفات

اسلامی فکر کے اس سرمایہ میں ہر دور میں قابلِ قدر اضافے ہوتے رہے ہیں۔ ان کا حصر و شمار ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔

اسلامی فکر کی اس ثروت میں برہان پور کے صوفیائے کرام کی تصانیف بھی قابلِ قدر حیثیت رکھتی ہیں۔ شاہ لشکر محمد عارف باللہؒ شرح اسمائے حسنےٰ اور شاہ عیسےٰ جند اللہؒ کی روضۃ الحسنےٰ اور عین المعانی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

دیگر آثار شاہ صاحب — عین المعانی[1] کے متعلق فاضل مصنف کا بیان یہ ہے۔

"از جملہ غرائب یکے آنست کہ دریں کتاب مظاہر الاسماء الحسنیٰ رقم نمودہ شد تا کسے متصدی ایں نکتہ[1]

روضۃ الحسنےٰ — مصنفہ ۹۹۰ھ۔ شاہ عیسےٰ کی اوّل تصنیف ہے ان کی شہرتِ دوام کی باعث عین المعانی ۹۹۷ھ کی تصنیف ہے۔

اس کتاب کے دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ تصنیف ایک لطیفہ غیبی کے طور پر عجیب طریقہ سے واقع

۱۔ عین المعانی ورق ۱ ب

ہوئی ہے۔ اس میں اسمائے حسنیٰ کی متصوفانہ رنگ میں شرح و بسط کے ساتھ تفصیل بیان کی گئی ہے۔

ہمارے یہاں جو اسمائے حسنیٰ رائج ہیں۔ وہ قاعدہ بغدادی سے لے کر دلائل الخیرات تک مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔

بخاری۔ مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے ارشاد حضور رسالت مآب کو نقل کیا ہے :۔

اِنَّ اللّٰہ تسعۃ و تسعین اسماء من حفظھا دخل الجنۃ ؕ

اللہ کے ۹۹ نام ہیں۔ جو ان کو حفظ کرلیگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

بخاری اور مسلم میں ان ۹۹ ناموں کا ذکر نہیں ہے۔

ابن حجر عسقلانی نے ذیل کے نام لکھے ہیں :۔

اللہ۔ الآخر۔ الاعلیٰ۔ الاکرم۔ الالٰہ۔ الاول۔ البارئ۔
الباطن۔ البدیع۔ البر۔ البصیر۔ التواب۔ الجامع۔ الجبار۔ الحافظ۔
الحسیب۔ الحفی۔ الحفیظ۔ الحق۔ الحکم۔ الحکیم۔ الحلیم۔ الحمید۔ الحی۔
الخالق۔ الخبیر۔ الخلاق۔ الرؤف۔ الرب۔ الرحمٰن۔ الرحیم۔ الرزاق۔
الرفیع۔ الرقیب۔ السلام۔ السمیع۔ الشاکر۔ الشدید۔ الشکور۔ الشہید۔
الصمد۔ الظاہر۔ العالم۔ العزیز۔ العظیم۔ العفو۔ العلی۔ العلیم۔ الغافر۔
الغالب۔ الغفار۔ الغفور۔ الغنی۔ الفاطر۔ الفتاح۔ القائم۔ القادر۔
القاہر۔ القدوس۔ القدیر۔ القریب۔ القوی۔ القہار۔ القیوم۔ الکافی۔
الکبیر۔ الکریم۔ الکفیل۔ اللطیف۔ المومن۔ المالک۔ المبین۔ المتعال۔
المتکبر۔ المتین۔ المجیب۔ المجید۔ المحی۔ المحیط۔ المستعان۔ المصور۔

المقتدر۔ المقیت۔ الملک۔ الملیک۔ المنتقم۔ المولیٰ۔ المہیمن۔ النصیر۔ النور۔ الھادی۔ الواحد۔ الوارث۔ الواسع۔ الودود۔ الوکیل۔ الولی۔ الوہاب۔

ابن ماجہ اور ترمذی کی روایتوں میں جو نام ہیں وہ عام طور سے رائج ہیں۔

اللہ۔ الآخر۔ الاحد۔ الاول۔ البارئ۔ الباسط۔ الباطن۔ الباعث۔ الباقی۔ البدیع۔ البر۔ البصیر۔ التواب۔ الجامع۔ الجبار۔ الجلیل۔ الحسیب۔ الحفیظ۔ الحق۔ الحکم۔ الحلیم۔ الحمید۔ الحیی۔ الخافض۔ الخالق۔ الخبیر۔ ذوالجلال والاکرام۔ الرؤف۔ الرافع۔ الرحمٰن۔ الرحیم۔ الرزاق۔ الرشید۔ الرقیب۔ السلام۔ السمیع۔ الشکور۔ الشہید۔ الصمد۔ الصبور۔ الغفار۔ الظاہر۔ العدل۔ العزیز۔ العظیم۔ العفو۔ العلی۔ العلیم۔ الغفار۔ الغفور۔ الغنی۔ الفتاح۔ القابض۔ القادر۔ القدوس۔ القوی۔ القہار۔ القیوم۔ الکبیر۔ الکریم۔ اللطیف۔ الموخر۔ المومن۔ مالک الملک۔ الماجد۔ المانع۔ المبدی۔ المتعالی۔ المتکبر۔ المتین۔ المجیب۔ المجید۔ المحصی۔ المحیی۔ المذل۔ المصور۔ المعز۔ المعید۔ المغنی۔ المقتدر۔ المقدم۔ المقسط۔ المقیت۔ الملک۔ الممیت۔ المنتقم۔ المہیمن۔ النافع۔ النور۔ الہادی۔ الواحد۔ الوارث۔ الواسع۔ الوالی۔ الودود۔ الوکیل۔ الولی۔ الوہاب۔

قرآن کریم میں وللہ الاسمار الحسنیٰ اور لہ الاسمار الحسنیٰ آیا ہے۔ تعداد کا کوئی حصر نہیں ہے۔

یہ حسین و جمیل اسمائے الہیہ صفاتِ الہیہ ہیں۔ من حفظہما دخل الجنۃ کا بلیغ اشارہ یہ ہے کہ ان کو اپنے اندر سمو کر کائنات کی تسخیر کرنا ہے۔ کائنات پر تصرف انسانی زندگی کا مقصد ہے۔

قرآن پاک نے اس مقصد کی وضاحت صبغۃ اللہ کہہ کر کی ہے۔ حضور سرور کائنات نے تخلقوا باخلاق اللہ فرما کر اس کی تعبیر فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی مذکورہ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان اسماء کو یاد کر لینے سے جنت مل جائیگی۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ یہ تمام صفات جزوِ حیات بنائی جائیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خانقاہ میں صرف اسمائے صفات کا ورد اور وظیفہ ہوتا تھا۔ یہ اسماء اسلام کی بنیادی اقدار ہیں۔ شریعت اور دین کا محور ہیں۔ انسانی ذہن میں ان اسماء سے خدا کا صحیح تصور پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ ہر اسم ایک علیحدہ پہلو اور مختلف کیفیت کی وضاحت کرتا ہے۔ وہی پہلو اور کیفیت انسان کو اپنی سیرت میں پیدا کرنا ہے۔ ان کیفیات کو اپنی ذات میں سمیٹنا اور سمونا ہے۔ اس لئے ان اسمائے حسنیٰ کی تعلیم کیجاتی تھی کہ انسانی زندگی۔ شریعت اور دین کے اصل مرکزی نقطہ کے گرد بڑھتی رہے اور اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَھٰی ہمارا مقصودِ زندگی ہو جائے۔ جب آدمی اپنی زندگی کو اس سانچہ کے مطابق ڈھال لیتا ہے تو اُسے خدا کا قرب نصیب ہو جاتا ہے۔ یہی حدیث نبوی کا مقصد ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔

اسمائے الٰہی کے معمے اور ان کی تشریحات :-

(۱) اللہ

نیست حدِّ خامہ از نام اِلٰہ   دم زدن باید زبان دار د نگاہ

"از خامہ الف ملفوظ خواستہ نیست"[1] حد خامہ از نام اِلٰہ
یعنیٔ فی الا الف الٰہ نیست "اللہ حاصل شود"۔

عبارت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ خامہ الف کا استعارہ ہے' الٰہ سے الف ساقط ہوا۔ اللہ حاصل ہوا۔

اِس معمّے کی تشریح میں تحلیل۔ ترجمہ اور تشخیف سے مدد لینا چاہیئے   نیست = نے + است - نے = لا

نیست حد خامہ کے اشارہ سے الف ساقط ہوا۔ لام باقی ہے

نیست حدِّ خامہ" یعنی نے (لا) حدِ خامہ ہے۔

مذکورہ بالا عمل کے نتیجہ میں حاصل شدہ لام (لا) کے بعد الف (الٰہ) لکھا جائے۔ تو لفظ اللہ حاصل ہوتا ہے۔

الٰہ   ال لہ = اللہ

(۲) الرحمٰن   معمّا

نیست دِل محرم ہم آز البِ دگر   حرفے از نامش مدد یا بد مگر
نیست دِل محرم ہم گفتہ فی کہ لاست بگرو د محرم ہم ہمرحم

---

[1] عین المعانی۔ قلمی نسخہ - ورق ۲ / مطبوعہ نسخہ ص ۲۹ - ۲۱ "اللہ کا اشارہ منظاہر۔ وظائف وغیرہ ص ۲۰ / ص ۲۱ پر مرقوم ہیں۔

شود۔ آنزالب دیگر میم محرم تبدیل یابد۔ به آنزا الرحم شود۔ دگر از حرفی از نامش که نون است مدد یابد الرحمن شود دفوع دیگر آں است که نیست دل گفته تے الاست بگرد دال شود و محرم ہم آنزالب یعنی میم محرم تبدیل یابد برای محرم الرحم شود حرفی از نامش که نون است مدد یابد الرحمن شود ؎۱

تشریح :۔ نیست معانی تحلیل اور ترجمہ سے لآ ہوا۔ دل کا عربی ترجمہ" قلب ہے........ اور قلب بمعنی الٹا۔ لا مقلوب ہوکر ال بنا۔ اور محرم کا مرحم بنا۔

"لب دگر" سے یہ مراد ہے۔ کہ پہلا میم ساقط ہوا اور رحم باقی رہا۔ جو ال کے ساتھ مرکب ہو کر الرحم ہوا۔

حرفے از نام سے اشارہ ہے کہ حرف ن مقصود ہے۔ اس طرح الرحمن بنا۔ الرحمن کی تشریح کے ذیل میں شیخ سلیمان سیفی کی ایک رباعی نقل کی گئی ہے ؎۲۔

(۳) الرحیم معمّا

درج نامش ہر طرف درّے فشاند جو ہر فرد خودی بے خود بماند ؎۳

تشریح :۔ درج اس معمّے میں اصل لفظ KEY-WORD ہے۔ درج ہر طرف درّے فشاند" اطراف کے حروف (دال اور جیم)

؎۱ عین المعانی قلمی نسخہ ص ۲۶ ؎۲ عین المعانی۔ قلمی نسخہ ورق ۲۲/ مطبوعہ نسخہ ص ۲۳۔ سیفی کی تمام رباعیات جو عین المعانی میں منقول ہیں۔ سیفی کے حالات میں نقل کر دی گئی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے ؎۳ قلمی نسخہ ورق ۲۴ ب/ مطبوعہ نسخہ ص ۲۵

(ملفوظی لکھ کر) ج کا نقطہ ساقط کر دیجئے۔ "درّے فشاند" کا لطیف اشارہ یہی بتلاتا ہے - ا ب (دال رحیم) حاصل ہوا۔ دؔ سے کنایہ "جوہر فرد خود" ہے۔ اس میں لطیف اشارہ یہ ہے کہ لفظ دال میں دال (د) "بے خود بماند" یعنی ساقط ہوا۔ ال رہا۔ جو رحیم کے ساتھ مل کر الرحیم ہوا۔

(۴) الملک

دردے کا وردہ سوئے وے گذار   کردہ پنہاں کنج درّ شاہوار

تشریح:۔ "دردے کاوردہ گفتہ۔ عمل ترکیب و تحلیل است از درد الم مراد است وی را با کاف آوردہ ترکیب کرد کاوردہ را تحلیل ایں عبارت حاصل شدہ کہ الملیک سوئے او گذار گفتہ و اسقاط یا (ی) کردہ۔ الملک حاصل شدہ[1]"

اس معمہ کا حل ترکیب و تحلیل سے ہوگا۔ درد سے مراد الم ہے۔ اور لیؔ کو کاف آوردہ سے ترکیب کر کے لیک حاصل ہوا اسکو الم سے ملا کر الملیک حاصل ہوا "سوے وے گذار" سے مقصود ہے کہ اس میں سے صرف ایک حرف مقصود ہے۔ ی اور اس (ی) کو گذار یعنی چھوڑ۔ مطلب یہ کہ الملیک میں سے یؔ ساقط کر دیجیے۔ الملک اسم مطلوبہ حاصل ہوتا ہے۔

تشریح کے ذیل میں جامی کی ایک رباعی کے بعد سیفی کی ایک رباعی منقول ہے[2]

---

[1] الملک - مبین المعانی قلمی نسخہ ۲۷ الف / مطبوعہ ص ۲۷
[2] ،، ،، ،، ۲۸ / مطبوعہ ص ۲۸

(۵) القدوس معمّا

خالق بے اوّل و بے آخر است   مہر او از جملہ اشیا ظاہر است

اشارہ[1] - خالق اوّل - خ الق = الق

بے آخر - حرف ب

- ب کی عددی قیمت ۲ ہے۔

- یعنی دو

خالق بے اول - بے آخر

الق   دو   =   القدو

اب القدو ہوا -

" مہر او ظاہر است" کہہ کر س (سین) مراد لیا -

حاصل ترکیب القدوس ہوا +

تشریح کے ضمن میں حضرت سیفی کی ایک رباعی مندرج ہے[2]

(۶) السّلام[3] معمّا

مہر او از رُخ نقاب انداختہ   بہر او ہر سو دِلے سر باختہ

اشارہ - مصرعہ اوّل کے کنایۂ مہر سے سین (س) حاصل کیا -

دِلے سر باختہ - یعنی دِل کا پہلا حرف (سر) ساقط کیا - لام (ل)

لام سین (س) کے ہر دو طرف ہے - اور ہر دو کو لفظوں میں لکھا -

لام - س - لام

---

۱ ۲ اشارہ ۱۳۰ الف ۲ رباعی سیفی - عین المعانی - قلمی ورق ۳۲ الف

۳ السلام - عین المعانی - قلمی ورق ۳۳ / مطبوعہ ص ۳۳

پہلے لام کو دل (و ے) کے اشارہ سے مقلوب کر کے مال لکھا

ام — مقلوب = مال

مال = م ال — م (سر) ساقط کیا

اب پورا ترکیب یوں ہوا: — ال — س — لام

جو ترکیب پاکر اسلام بن گیا[1]

(۷) المومن معمّا

جان دریں رہ تا بر دیوے ازو — از قدم تا فرق شد موئے ازو[2]

یہ معمّا بے حد لطیف ہے۔ اس میں ترجمہ، تخفیف اور تدخلہ کا عمل لطف سے خالی نہیں۔

ترجمہ — از — عربی — من

تا — عربی — الیٰ

از اور تا کے ترجمے نے — من الیٰ — دیا

"از قدم تا فرق شد" — میں لطیف اشارہ یہ ہے کہ تقدیم تاخیر

... یعنی الیٰ من ...

... فرق ...

"شد موئے ازو" کا سط...

تو — ال من — حاصل ہوا۔

اب دیکھیے کہ اس میں تر...

...ب یہ ہے کہ اس پھر اسے حق نکالا گیا

...یب کا عمل کس لطیف انداز سے

عا "السلام" کی تشریح کے ذیل میں حضر... ...ت سیفی کی ایک رباعی منقول ہے۔

ورق ۴۴ الف قلمی نسخہ عین ا... ...معانی۔

عا المومن — عین المعانی — قلمی ورق... ...۴۴ الف / مطبوعہ ص ۳۵

تشریحات کے آخر میں توس فکر بنا ہوا ہے۔[1]

(۵) الاوّل معمّا

یک دل و یک رو گر آید خاک راہ　　باشدش بر اوج عزت بارگہ[2]

اشارہ :۔ گر کا عربی تو ہے۔ یک کا کنایہ سے مطلب ہے کہ ایک ۔ ا

مصرعہ اوّل کے جزو ۔ "یک دل و یک رو و گر" پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گر یعنی تو کا ایک الف دل ہے اور ایک الف رو یعنی اوّل حرف ہے۔

لہذا تو کے اوّل تو اور تو کے دل یعنی آل اور تو کے درمیان بھی رکھنے سے۔

ال او = الاو بن گیا

"آید خاک راہ" غور طلب ہے۔ راہ کا عربی مترادف سبیل ہے اور خاکِ راہ کا اشارہ ہے۔ کہ راہ کا حرفِ آخر یعنی سبیل کا ل لیا جائے۔ جو الاو کے ساتھ ملانے سے اسم مطلوب "الاول" بن جاتا ہے۔ (۷۶)

الآخر معمّا

آخر از فضلِ خود و احسان در آر　　در مقام طاعتم اے کردگار[3]

اشارہ :۔ آخر از فضل کا اشارہ ہے کہ فضل کا آخر حرف ل لیا جائے اب احسان پر غور کرنا ہے۔ اس کا تلفظ ہی اس کی

---

[1] عین المعانی قلمی ۱۸۱ ب / مطبوعہ ص ۱۵۷ / [3] عین المعانی قلمی نسخہ ۱۹۶ / مطبوعہ ۱۶۴

[2] ۱۸۴ الف / مطبوعہ ص ۱۶۱

تحلیل کا اشاریہ ہے۔ لہذا احسان عمل تحلیل سے ا ح سان ہو گیا۔
جس کا مطلب ہے کہ۔ ا (الف) ح کے مانند (سان) ہے۔
اح کے مانند = سان ــــ اخ ہے۔
ل اور ح ــ خ مل کر لاخ بنا اور در آر کا اشارہ ہے کہ
لاخ کو آر کے اندر رکھیے۔
ا لاخ ر ــــ الآخر بن جاتا ہے۔
تشریح کے آخر میں صورتِ دائرہ ہے[1]

(۷۷) الظاہر معمّا

در امید رحمت دارد بدست نسخهٔ الطافِ آخر ہر کہ ہست[2]

اشارہ: ــــ نسخۂ الطاف' کا مطلب ہے کہ الطاف لیا جائے
نسخۂ الطافِ آخر ہر ہست کا اشارہ ہے کہ الطاف کا آخر ف
ہر سے تبدیل کر دیا جائے۔ اس عمل سے الطاہر حاصل ہوگا۔
در دارد کا کنایہ ہے کہ نقطہ لگایا جائے چنانچہ الظاہر حاصل ہوا۔

---

[1] دائرہ ص ۱۶۵ مطبوعہ [2] عین المعانی قلمی ۱۰۶ الف / مطبوعہ ص ۱۶۴

(۷۸) الباطن معمّا [1]

رہ بر امید کرم بکشادہ طالبان را سر دران رہ دادہ

اشارہ :- "طالبان را سر درآں" کا مطلب ہے کہ طالبان کا سر یعنی حرف ط آن کے اندر دیکھیے۔

ا ـ ط ـ ن = اطن

طالبان کی تحلیل سے ذیل کی شکل آجاتی ہے۔

ط ال ب ان

سر حرف یعنی ط ان کے اندر۔ یعنی اطن ہے۔ لہٰذا ال ب اطن حاصل ہوا۔ جو اسم مطلوب "الباطن" ہے۔

(۷۹) الوالی معمّا [2]

چون سروپا طالب بے پا و سر ز آتش غم سوخت سوئے دے نگر

اشارہ :- لفظ۔ چوں۔ را سروپا طالب بے پا و سر باشند
"طالب بے پا و سر" کا اشارہ ہے کہ اس کا سر ط اور پا۔ ب نہ ہو۔

ط ال ب
ـــ ـــ بے سر و پا = ال
سہ پا

پا و سر علیحدہ کرنے سے ال حاصل ہوا۔

"چون بے سروپا"۔ کا مطلب ہے کہ لفظ چون بے سر۔ چ ـــ اور بے پا ـــ ن ہے۔ یعنی صرف و ہے۔

---

[1] عین المعانی ص ۱۷۰ [2] عین المعانی ص ۱۷۱

"چون سروپا طالب" کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ طالب چونکہ سروپا ہے۔ یعنی اس طرح سے ۔ طالب چون طالب ـــ ہے۔

مذکورہ تینوں الفاظ بے سروپا کے اشارہ سے یوں حاصل ہوئے ہیں۔ ال ۔ و ۔ ال

سوئے وے کا اشارہ ہے۔ کہ وے کا ایک رخ ـــ و ـــ ساقط کرکے ایک رخ "ے" لیا جائے اور حاصل سزبود سے ساتھ ترکیب کردیا جائے۔ ال ـــ و ـــ ال ـــ ی لہذا الوالی حاصل ہوا۔

(۸۰) المتعالی تعالیٰ

فیضِ رحمت با جمیع کائنات بود بپیش عالمت در حدِّ ذات [علی]

اشارہ:۔ عالمت کے عملِ تحلیل سے دو جزو ہوئے۔

عا ـــ لمت ۔ پیش عالمت کا مطلب ہے کہ لمت کے بعد عا ہے یعنی پیش عا ـــ لمت ہے ـــ اب لمت عا ـــ ہو گیا۔

حدِّ ذات کا مطلب ہے کہ ذات کی حد یعنی حرف ت لیا جائے ت کو تا بھی کہتے ہیں۔ تا کا عربی مترادف الیٰ ہے۔

بپیش عالمت در حدِّ ذات کو عملِ بالا کے محصلات سے تبدیل کیا۔

لمت عا ـــ ت = تا

بپیش عالمت در حدِّ ذات

لمت عا ـــ ت = تا ـ ذات کا آخری حرف

لمتعا در الیٰ ـ تا کا عربی مترادف

---

۱ عین المعانی ص ۲۳، قلمی ۱۵۵ الف

ملتقا کو آئی میں رکھیے۔ المتعالی حاصل ہوگا۔

(۸۱) البرّ معمّا

رحمتے فرما کہ ماندم در حجاب اختر اقبال من شد در سحاب[1]

اشارہ: ــ مصرعہ ثانی - اختر اقبال من شد در سحاب ـ میں البرّ کا دل مضمر ہے سحاب کا فارسی مترادف ابر ہے - اختر اقبال کا کنایہ ہے کہ اقبال کا آل لیا جائے - اب دوبارہ مصرعہ پر غور کیجیے :-

اختر اقبال من شد در سحاب
آل در ابر

یعنی آل ابر میں در (ہوا) داخل ہو گیا- لہذا البر بنا اور اسم مطلوب البرّ ہے۔

(۸۲) التوّاب معمّا

گشت بے حد درد حرماں چوں تواں جز بفضلات الیتن از درد جان[2]

اشارہ: ــ مصرعہ اوّل میں بے حد درد اور چوں تواں قابل غور ہیں۔

درد کا عربی مترادف الم ہے - بے حد الم یعنی الم بغیر حد ــ م ــ کے ہے - لہذا آل حاصل ہوا -

چوں تواں یعنی تواں بھی درد کے مانند ہے - یعنی درد کے مانند بے حد ہے - تو ان کا آخری حرف - ن ساقط کرنے سے "توا" رہ گیا -

---

[1] عین المعانی قلمی ۱۵۷ الف / مطبوعہ ص ۱۷۵

[2] عین المعانی قلمی ۱۵۷ ب / مطبوعہ ۱۷۶

دونوں حاصل ملانے سے ال توا حاصل ہوا۔ "گشت بے حد" مزید غور طلب ہے۔ یعنی بے حد ہے۔ یعنی آخری حرف ب ہے۔ لہذا۔ ال تواب ۔ التواب بن گیا۔

(۸۳) المنعم معمّا

دردلم چوں مہر از جاناں نہ تافت   دردِ اوراجز نعم بر خود نیافت[1]

اشارہ:۔ دلم کہہ دِل مِن مراد لیا۔ من کو دل کے اشارہ سے مقلوب کہا تو نم ہوگیا۔

مہر کا عربی ۔ عین ہے۔ اب دیکھئے۔

دردلم چون مہر از جانا نہ تافت
نم ع

دردلم کے اشارہ سے یہ مراد ہے کہ نم میں ع داخل کرو اسطرح نعم ۔ ن ع م ۔ نعم بن گیا۔ درد کا عربی مترادف الم ہے۔ " درد اوراجز نعم برخود نیافت " ۔ کا مطلب ہے کہ درد
الم نعم
کا مترادف الم ۔ نعم کے اوپر ہے۔ یعنی المنعم بن گیا۔ دوسرے مصرعہ میں نعم موجود ہے۔ اس لئے پہلے مصرعہ کے عمل مذکور کے بغیر بھی صرف دوسرے مصرعہ سے مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔

(۸۴) المنتقم معمّا

جز تو مقصد نیست از توفیق نست   التجائے من بآں مقصد نخست[2]

---

[1] عین المعانی قلمی ۱۷۰ الف مطبوعہ ص ۱۷۱ / [2] عین المعانی قلمی ۱۷۱ الف مطبوعہ ص ۱۷۹

اشارہ :- حل کا اشارہ کتنا لطیف ہے۔ التجا کی تحلیل مقصد
ہو گیا۔ "التجا" تحلیل ہو کر الت جا بنا اور الت جائے من کا یہ
مطلب ہے کہ من کی جگہ الت بن ہے۔ لہٰذا من میں الت کو جگہ دینے
سے ال من ت حاصل ہوا۔ مقصد کو تحلیل کرنے سے مق صد حاصل ہوا۔
اور صد یعنی ۱۰۰، اور ق کے عدد ۱۰۰ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس عمل
تحلیل میں ق کو پہلی جگہ حاصل ہے۔ یعنی مق میں " صد جائے نخست"
کے لطیف اشارہ سے ق پہلے ہے۔ گویا قم ہوا۔

المنت میں قم جوڑنے سے المنتقم۔ حاصل ہوا۔

وظائف کے ذیل میں حضرت شاہ عیسٰے کی ایک رباعی مرقوم ہے[1]

تخلیص معانی ز کنایات مجو — خود را بدر از درمیاہات مجو
خواہی کہ بری پئے دلارام وفا — تحقیق حقائق ز اشارات مجو

(۸۵) العفو معمّا

در سواد خویش دیدہ دل زنور — پرتوے دارد تمنائے حضور[2]

اشارہ :- دیدہ کا عربی مترادف عین ہے۔ سواد سے مراد
نقطہ ہے سواد دیدہ سے غین ۔ غ ۔ حاصل ہوا۔ سواد دیدہ کو
غین ۔ غ ۔ مان کر اس کے ہزار اعداد لیے۔ تو عربی کا الف۔
(ہزار)۔ حاصل آیا۔

سواد دیدہ کی اس حاصل ۔ الف ۔ کے بعد دیدہ کا دل کی
ترکیب ہے۔

۱۔ عین المعانی ص ۱۸۰ ۲۔ عین المعانی قلمی ۱۲۲ ب مطبوعہ ص ۱۸۱

دیدۂ دل سے مراد عین ہے۔ حرف عین۔ کو الف کے دل میں
جگہ دی تو العف ۔ ہو گیا۔ ا ع ف
دل ز نور کا اشارہ بھی معنی خیز ہے۔ اس اشارہ سے نور کا
دل یعنی وسطی حرف ۔ و ۔ شریک حاصل عمل کر دیجیے۔ تو العفو حاصل ہوا۔

(۸۶) **الرؤف** معمّا

لطفِ عام نست باہشیار و مست کردہ رو در التفاتے ہر کہ ہست[1]

اشارہ :۔ التفاتے کو تحلیل کیجیے ۔ الت ۔ فا ۔ تے
ہوا۔ کردہ رو در الت پر غور کیجیے۔ رو، الت میں در آیا۔ ال ۔
رو ۔ ت ۔ = الروت ۔ ہوا۔
اب کردہ رو در فاتے پر غور کیجیے۔ مفہوم یہ ہے کہ ف نے
ت کی طرف رخ کیا۔ تو ت کی جگہ ف آیا۔ الرؤف بن گیا۔

(۸۷) **مالک الملک ذوالجلال والاکرام** معمّا

آفرینش یک رحم از کلک شست مال و املاک دل مالک تست[2]

اشارہ :۔ مال و املاک مالک الماری شود۔ مالک تست۔
مال بجنسہ لیجیے۔ املاک دل کے اشارے سے مقلوب ہو کر کالما۔
ک ال م ا ۔ بن گیا۔ اور مال کے ساتھ مرکب ہو کر مالک الماز
ہو گیا۔ اب مالک تست کا تکرارہ گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ
آخر میں جو لفظ تاع ہے۔ اس کی جگہ ملک لکھا جائے تو مالک الملک
حاصل ہو جاتا ہے۔

---

[1] عین المعانی ۱۶۳ ب ص ۱۸۲ / [2] عین المعانی قلمی نسخہ ۱۶۶ الف / مطبوعہ ص ۸۴

(۸۸) الرّب معمّا

برنگردو دل زیادِ نام تو زانکہ او پُر دُر شد از انعامِ تو[1]

اشارہ :- برنگردد دل۔ بر مقلوب (دل) ہوکر رب ہوا۔ نہ کا عربی مترادف لا ہے۔ یہ بھی دل کے اشارے سے مقلوب ہوکر ال ہوا۔ ال اور رب مل کر "الرب" ہوا۔

(۸۹) المقسط معمّا

قسمے از حالم بیفزاید رواست اندکے زین قسم بسیار از عطاست[2]

اشارہ :- حالم کو تحلیل کرنے سے دو جزو ہوئے۔ حا۔ لم۔ قسمے از حا کا مطلب ہے کہ حا میں سے صرف ایک حرف الف ا۔ لے کر لم کے سامنے رکھیئے۔ الم۔ ہوا۔

اندکے زین قسم سے مقصد یہ ہے کہ اس میں سے تھوڑا سا کم قسم میں سے تھوڑا سا یعنی ایک حرف م۔ مراد ہے۔ قسم سے م۔ کم کیا تو قس حاصل ہوا۔

الم اور قس کے ملانے سے المقس بن گیا۔

بسیار از عطا یعنی عطا کے حروف سے زیادہ تعداد والا۔ طا۔ لے لیا اور طا دراصل ط ہے۔

ط کو المقس کے آخر میں لگانے سے المقسط اسم مطلوب حاصل ہوا۔

---

[1] عین المعانی ۱۶۷ ب / ص ۱۸۶ / [2] عین المعانی قلمی ۱۶۹ ب / مطبوعہ ص ۱۸۸

(۹۰) الجامع معمّا

یا اجل گردان دلِ ما آشنا　　آخر از عین کرم اے رہنما[۱]

اشارہ :- اجل گردان - کا اشارہ ہے کہ اجل کو مقلوب کیا جائے - جلا حاصل ہوتا ہے -

اجل گردان دل کا اشارہ اور مطلب یہ ہے کہ جلا کو بھی مقلوب کیا جائے - "الجا" حاصل ہوا -

دلِ ما کا اشارہ پھر ما کو مقلوب کر کے آم بنا دیتا ہے - یہاں تک کا عمل - الجام - تک پہنچا -

الج + ام ـــــ الجام

آخر از عین کا اشارہ ہے کہ آخر میں ع جوڑ دیا جائے - الجامع ہو گیا - الجامع کی تشریح اور اوراد و وظائف کے ذیل جواہر خمسہ سے ذیل کے دوائر منقول ہیں[۲] -

(۱) دائرہ متعارف (۲) دائرہ کلیاتِ خمس (۳) دائرہ کلیاتِ ستّہ (۴) دائرہ تنزلاتِ وجود (۵) دائرہ تعریجِ مراتب وجود -

(۹۱) الغنی معمّا

جاو منزل تا چو از منزل اثنین　　باز ماند بہرہ باشد نزدین[۳]

اشارہ :- شعر مذکور میں تین حروف تا - چو - از - بڑے کام کے ہیں - تا کا عربی مترادف الی اور از کا عن ہے چو از بھی

---

[۱] عین المعانی قلمی ۱۷۱ ب مطبوعہ ۱۹۰ [۲] عین المعانی قلمی ص ۸ - ۱۴۲
[۳] عین المعانی قلمی ۱۸۱ الف / مطبوعہ ۲۰۲ -

غور طلب ہے۔ چوانہ کا مطلب ہے از ۔ (من) ۔ کے مانند یعنی غن اب اشارہ ہے کہ الی غن کی منزل ہے۔ یعنی یہ لفظ الی میں درائیگا۔ چنانچہ الغنی ظاہر ہوا۔

ال غن ی = الغنی

(۹۲) المغنی معمّا

در دل ما آخر از فضل اے رحیم داد رسم مہر بانی مستقیم[۱]

اشارہ: ۔ دِل ما کا اشارہ ہے کہ لفظ ما کو مقلوب کیا جائے آم حاصل ہوا۔

در دلِ ما آخر از فضل ۔ اِس کا مطلب ہے کہ دلِ ما۔ آم ۔ میں فضل کا آخری حرف ۔ ل ۔ ہے۔

فضل کا آخری حرف لؔ ام کے دِل میں ہے۔ یعنی آلم ہوا۔ مہربانی کی تحلیل کیجئے ۔ مہر ۔ با ۔ نی۔ مہر کا عربی مترادف ۔ عین ۔ ہے۔ مگر اسم مہر یہ بتلاتا ہے کہ مہر ۔ عین ۔ کے مانند یعنی غ ۔ آلم میں غ ملایا تو المغ بن گیا۔ اب با ۔ نی کا اشارہ غور طلب ہے۔

گویا المغ ۔ با ۔ نی ۔ یعنی المغ کو نی کے ساتھ (با) ملاتا ہے۔

حاصلِ عمل ۔ المغنی ۔ ہوا۔

(۹۳) المعطی معمّا

بربلا دِل نہ بس آنگن طلب مطلب خود را بہ بخششہائے رب[۲]

---

[۱] عین المعانی قلمی ۲۰۶ [۲] عین المعانی قلمی ۱۸۵ اب / مطبوعہ ص ۲۰۸

اشارہ :— بلا کی تحلیل کیجیے — ب اور لا ہوا۔ ب کا نام با ہے اور با کا عربی مترادف مَع ہے۔

بلا دل — بہ لا دل — یعنی دِل کے اشارہ سے لا کو مقلوب کیجیے تو ال ہوا۔ ال کو مع کے ساتھ ملائیے۔ ال مع کے ساتھ شامل ہو کر المع بنا۔

اسی طرح طلب بھی تحلیل ہو کر طا اور لب کی صورت میں آیا۔ ط کو طا اور طے بھی کہتے ہیں۔

پس آنکہ کُن طلب کا مطلب ہے کہ طے کو آخر میں جگہ دی جائے۔ لہذا المعطی حاصل ہوا۔

(۹۴) المانع المانح

سالم آن باشد کہ ہست او مہرباں سر فدا سازد نمیند لشد از آں[۱]

اشارہ :— سالم آن باشد۔

سالم آں کو سالم آں — یعنی سالماں قرار دیا اور مہربان تھوڑے تصرف سے مہرباں بن گیا۔ مہرباں — مہرباں — کا مطلب ہے کہ مہر اس کے ساتھ۔ مہر کا عربی مترادف عین ہے۔

لہذا سالماں کے ساتھ ع ملانے سے سالمانع حاصل ہوا۔ اب "سر فدا سازد" کو لیجیے۔

سالمانع کا سر — س ہے۔ اس کو فدا کرنے سے المانع رہ جاتا ہے۔

---

۱ عین المعانی قلمی ۸۱ الف

(۹۵) انصاد معمّا

از وفا و مہر غیر از نام کو دِل ز اصل آن گرفتہ نام از و[1]

اشارہ:۔ ز اصل آن ۔ ترکیب و تحلیل کے عمل سے

ز اصلان آیا اس میں ز اصلا لیا ۔ اس کو دل کے اشارہ سے

مقلوب کیا تو ال ص از ۔ الصاز ہوا۔ عمل تصحیف سے ز کا

نقطہ منتقل کرنے سے "انصاد" ہو گیا۔

(۹۶) المنافع معمّا

آب داری در خم طاق سپہر آخر از دانا وفا داری و مہر[2]

اشارہ:۔ دانا تحلیل کے عمل سے دا نا بن گیا۔ دا کا

عربی الم ہے۔ لیکن دا نا کا اشارہ ہے کہ دا ۔ (الم) کے آخر

میں نا ہے۔

لہذا ۔ الم ۔ نا ۔ المنا ہو گیا۔

اب لیجئے ۔ وفاداری و مہر ۔ وفاداری ۔ مہر داری۔

فا سے مراد ہے ف اور مہر کا عربی ۔ عین مراد ہے۔

دانا یعنی حاصل عمل ۔ المنا ۔ آخر میں فا ۔ (ف) ۔

اور مہر ۔ (ع) ۔ رکھتا ہے ۔ لہذا المنافع حاصل ہوا۔

(۹۷) النور معمّا

دِل نہ اصافش ہمہ باور نمود ذکرِ عیش خویش از ہر کس شنود[3]

---

[1] عین المعانی قلمی ۱۸۹ ب / مطبوعہ ص ۲۱۲ / [2] عین المعانی قلمی ۱۹۰

[3] عین المعانی قلمی ۱۹۲ الف / مطبوعہ ص ۲۱۵

اشارہ :۔ انصافش کی تحلیل کیجیے۔

ان ۔ صاف ۔ ش

تین اجزاء سامنے آتے ہیں ۔ ش ضمیر غائب یعنی لفظ آن اور آن کا عربی "لو" ہے۔

انصافش ۔ ان صافش ۔ لو کا صاف حصہ ہے۔ یہ حرف ل ہے۔ اور یہ آن کا دل ہے۔ یعنی آن کے درمیان ل ہے۔ لہذا آلن حاصل ہوا۔

باور کا اشارہ ہے کہ حاصل عمل ۔ ور کے ساتھ ہے یعنی الن ور النور حاصل ہوا۔

(۹۸) الہادی معمّا

از دل اخلاص و مروت متصل   از سر اخلاص جوید اہل دل[1]

اشارہ :۔ سر اخلاص سے الف ۔ ا ۔ حاصل کیا۔
اہل دل سے مطلب ہے کہ اہل کو مقلوب کیجیے۔ الہا حاصل ہوا۔ جوید بتلاتا ہے کہ ید جو (تلاش کیجیے) اب حاصل تلاش ید کو دل کے اشارے سے مقلوب کیا۔ تو دے ہوگیا اور اول حاصل کے ساتھ ترکیب پاکر الہادی بن گیا۔

(۹۹) المبدالیع معمّا

طالب حق را بود رو در ضمیر   آخر از دنیا و عقبے گوشہ گیر[2]

---

[1] عین المعانی قلمی ۹۴ الف مطبوعہ ۲۱۷

[2] عین المعانی قلمی ۹۵ ب مطبوعہ ۲۱۹

اشارہ :۔ طالب رارو درضمیر کا مطلب ہے کہ طالب کا رو یعنی ط۔ غائب کردیا۔ تو لب رہ گیا۔

دنیا کی تحلیل کرنے سے دن یا ۔ آیا اور دنیا کے آگے عقبیٰ بھی ہے۔ دنیا اور عقبیٰ کے ساتھ گوشہ گیر کا اشارہ ہے۔ یعنی دن ۔ یا کے دو جزو ہیں ۔ ان دو جزو میں سے "د" اور "ی" لے لیجئے اور عقبےٰ کا ع لیجیے۔

اب حاصل یہ ہیں ۔ الب ۔ د ۔ ی ۔ ع ۔ تمام حروف ترکیب پاکر البدیع بن جاتے ہیں۔

(۱۰۰) الباقی معمّا

۱۳۲

قابلِ فیض خودم دادلے الہٰ اے دلِ قابل ز توجستہ پناہ

اشارہ :۔ دلِ قابل کے اشارہ سے قابل کو مقلوب کیا لباق حاصل ہوا۔ اب دوسرا مصرعہ دیکھیے :۔

اے دِلِ قابل ز تو جستہ پناہ
لباق

یعنی اے نے لباق میں پناہ لی۔ الباق سے ہوا تو الباقی بن گیا۔

(۱۰۱) الوارث معمّا

اے ز تو خورشید و مہ آئینہ فام ماہ نو نہ آئین انوارت تمام

اشارہ :۔ انوارت لفظ ویسے ہی لے لیجیے عمل تحریف سے

۱؎ عین المعانی قلمی ۱۹۷ الف/مطبوعہ ص ۲۱۹/ ۲؎ عین المعانی قلمی ۱۹۷ الف

ن کا نقطہ منتقل ہو کر ت کو ث میں تبدیل کر دیتا ہے تو
حاصل مطلب الوارث بن جاتا ہے۔

(۱۰۲) الرشید معمّا

سوئے نفلت چوں شفیعے راست رو آخر از جد تو دارد گفتگو[1]

اشارہ:۔ اس شعر میں شفیعے پر غور کیجئے۔ اس کی تحلیل سے
ذیل کے اجزاء آتے ہیں:۔ ش ـــ فی ـــ عی۔
فی کا مطلب در اور میں ہے۔ اجزائے تحلیلی پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ ش در عی ـــ یعنی ش عی میں ہے۔ لہذا
ش عی میں داخل ہوا تو عشی بن گیا۔
آگے کہا گیا ہے کہ راست رو۔ یعنی را رو ہے۔ یعنی را
(ر) اس کا پہلا حرف ہے۔ لہذا عشی سے ع کو ہٹا کر ر اس کا
پہلا حرف کر دیا تو رشی بن گیا۔
سوئے نفل سے مراد ہے۔ نفل کا ایک رخ اور نفل کا
ایک رخ ل ہے۔
سوئے نفلت راست رو۔ یعنی اس کا راست رو یعنی
ل کا سیدھا حصہ مطلوب ہے اور ل کا سیدھا حصہ الف ہے۔
اس الف ـــ ل ـــ کو لیجئے اور یہاں تک عمل اور
ترکیب عمل سے الرشی بن گیا۔ ال کو رو کے اشارے سے شروع میں

---

[1] عین المعانی قلمی ا۔ ۲ الف / مطبوعہ ص ۲۲۵/۲

جگہ دے دی گئی۔

دوسرا اشارہ ہے کہ آخر از خود یعنی لفظ خود کا آخر حرف

د۔ آخر کا اشارہ ہے کہ آخر میں لکھا جائے۔

لہٰذا الرشی میں د لکھنے سے الرشید بن گیا۔

فاضل مصنف نے تشریح کے ذیل میں ان دو حکایتوں کا

حوالہ دیا ہے جو پیر و مرشد موصوف حضرت شکر عارف باللہ"

بار بار دہرایا کرتے تھے[1]

آگے چل کر حضرت شاہ شکر کی ایک تصنیف کا حوالہ دیا ہے۔

"حضرت شیخ در شرح نو دو نہ۔ نام میگوید"[2]

(۱۰۳) الصبور معمّا

از دلِ زار آنچہ باید دور دار چشم حالش با نشانِ نور دار[3]

اشارہ:۔ دلِ زار۔ زار کا دل الف۔ لو ہے یس

کو ملفوظی الف قرار دیا۔ یہ اشارہ کتنا لطیف ہے کہ :۔

آنچہ باید دور دار

یعنی آپ جو چاہیں۔ وہ حرف اس میں سے دور کر دیں۔ لہٰذا ف

ساقط کر دیجئے۔ ال رہ گیا۔

چشم کا استعارہ ہے۔ ص۔ ص کو ال میں ملایئے الص

ہو جائے گا۔ نشانِ نور پر غور کیجئے۔ عمل تصحیف کا اشارہ کیا ہے۔

---

[1] عین المعانی ص ۲۲۹/۲۳۰ / [2] عین المعانی ص ۲۳۱/۲ / [3] عین المعانی ص ۲۳۲

نور نقطہ کی تبدیلی سے بور بن جاتا ہے۔ الف اور بو آمل کر "الحبور" بن جاتا ہے۔

تبصرہ اسمائے صفاتِ الٰہی اسمائے حسنہ اللہ کی ذات وصفات کی حمد میں ہیں۔
ان میں اللہ کی صفات کا بیان ہے۔ جن کے اتصاف سے بندہ، الہ نما بن جاتا ہے۔ وہ زندۂ جاوید ہوجاتا ہے۔ جاودانی زندگی کے حصول کی خاطر اللہ کی محبت اختیار کرنا ضروری ہے ۔

الفت ار گیری بہ تصویر اجل ٭ بانی آخر جاودان ولم یزل

زندۂ جاوید ہر غم سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

زندۂ جاوید را آخر چہ غم ٭ جاں اگر صد بار ہ بر آید در الم

ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کے دل صاف ہوتے ہیں۔

میل ہد رو بہ دلِ محنت کشاں ٭ از صفا از جلائے دل نشاں
زآتش محنت صفائے یافتہ ٭ ہم چو زر در خود ازاں رو تافتہ

نورِ الٰہ سے روشن دل ہر راہ کو روشنی بخشتا ہے۔

ہر کہ باشد در دلش نورِ الٰہ ٭ از دلِ او لمعہ افتد سوئے راہ

اہل دل دن رات بیدار رہتے ہیں۔

دارد اہلِ دل ز روئے اختیار ٭ دیدۂ بیدار در لیل و نہار

سلیم دل جلا پاتا ہے اور "جمالِ حق" کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے۔

دل جلا یابد اگر گردد سلیم ٭ پس شود در وے جمالِ حق مقیم

فقر کا لذت آشنا دلِ فلک مرتبہ ہوتا ہے۔ اس کے

استغنا کی شان یہ ہوتی ہے کہ سرکش بھی اس کے در کے گدا ہوتے ہیں ؎

در دِ فقرت چوں گریباں گیر گشت ٭ رایتِ جاہت ز گردوں بر گذشت
بود خیلِ سرکشاں او را گدا ٭ تاجِ خود کردہ ملوک آں خاکِ پا

فقر میں عرفانِ خودی معرفتِ حق کا سبب بن جاتی ہے۔

در فقر از ہر کہ پرسیدم نشاں ٭ گفت اگر پرسی بپرس از بحر جاں

سرگشتہ بادیہ میں عجز کا اعتراف منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

عقل کی سرگشتگی راہِ مستقیم سے ہٹا کر گمراہ بنا دیتی ہے۔

از طریقِ اہلِ شک بسیار دور ٭ اہلِ شک را ہے رود نا چار دور

اللہ کے کرم عام ہیں۔

لطفِ عام تست با ہشیار و مست ٭ کردہ راہِ التفاتے ہر کہ ہست

جس کی رحمت کے دروازے ساری کائنات پر کھلے ہوئے ہیں اس کی جناب میں التجا کرنا ہے۔

آخر از فضلِ خود احساں در آمد ٭ در مقامِ طاعتم اے کردگار

ان صوفیانہ رنگ کے اشعار میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تعلیم ہے۔ مروّت و محبت کے میدان کا مرد ——— صوفی ——— خدمتِ خلق میں فرد تھا۔ خدمتِ خلق اس کا شعار تھا۔

دل ترقی یا بد از اخلاقِ خوش ٭ دل ز خلقِ خوش بر اوجِ ماہ کش

دل خدا کا مسکن ہے۔ اس کو شر سے خالی رکھنا چاہیے۔

صورتِ شر گر ز دل خالی شود ٭ پاک از خرابجہ مقصودت بود

جیسا بوے گا ویسا کاٹے گا۔

چوں خور و خوابِ تو تخم غم فزود　　　ہر چہ می کاری ہماں خواہی درود

" فکرِ ناصواب" تسکینِ قلب و نظر کو غارت کر دیتی ہے۔

رشتۂ جاں را ز فکرِ ناصواب　　　جاوداں یابی دلا پر پیچ و تاب

اُمیدوں کا ہجوم انسان کو فکر و نظر کی بلندیوں سے محروم کر دیتا ہے۔

از فراز بادگاہ عزّ و جاہ　　　افگند دل را اِل در خاکِ راہ

ناقصِ علم و عمل سے بے خبر ہوتا ہے۔

رو بہ ہر جا نقصِ دینداری بود　　　ناقص از علم و عمل عاری بود

موت کا خوف، اقوام و ملل کے زوال کا سبب ہے۔ موت سے ڈرنے والے افراد عمل اور سخت کوشی سے گھبراتے ہیں" اجل آشنا کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔

حضورِ رسالتمابؐ میں اقبال کی التجا ملاحظہ کیجئے۔

اے تو ما بیچارگان را ساز و برگ　　　وارہاں این قوم را از ترسِ مرگ

جنیدیؒ فرماتے ہیں سہ

با اجل گرداں دلِ ما آشنا　　　آخر از عینِ کرم اے رہنما

حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہ کے اشعار میں جو اسمائے حسنیٰ کے معنے ہیں۔ ان کا صوفیانہ رنگ نمایاں ہے۔ ان کا ایک آہنگ اخلاقی قدروں کی تعلیم بھی ہے۔ یہ طرز صوفی رنگ و مشرب سے ہم آہنگ ہے اور اس کا جزوِ لاینفک ہے۔

کلامِ جُنیدی

حضرت شاہ عیسیٰ جُنید اللہؒ فنِ شعر میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ علم شعر میں وہ یکتا۔ پُرگو۔ زود گو اور برجستہ گو تھے۔ عروض کے ماہر تھے اور جملہ اصناف سخن پر قدرت رکھتے تھے۔ معما گوئی اور تاریخ گوئی میں جو فنِ شعر کی اعلیٰ ترین اصناف ہیں۔ اُن کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

افسوس کہ ان کے کلام کا بہت کم حصہ زمانہ کی دستبرد سے محفوظ رہا۔ تلاش کاوش سے ذیل کا نمونۂ کلام دستیاب ہوا ہے۔

۱۔ متفرق اشعار ۱۰۳

عین المعانی میں اسمائے حسنیٰ کے مقامات ہیں۔

۲۔ ایک غزل۔ ۵ شعر۔ ثمرات الحیات سے۔

۳۔ ایک مستزاد۔

۴۔ رباعیات۔ آٹھ۔

مستزاد اور رباعیات عین المعانی میں ملتی ہیں۔

۵۔ منقبت میں تین شعر۔ رسالۂ وحدت الوجود سے۔

نمونۂ کلام:۔

۱۔ اللہ

نیست حدِّ خامہ از نامِ الہٰ   دم زدن باید زبان دار دنگاہ

۲۔ الرحمٰن

نیست دِل محرم ہم آں را لب ادگر   حرفِ از فاش بمد باید گر

۳۔ الرحیم

درج نامش ہر طرف دُرّے فشاند   جوہر فرد خودی بیخود بماند

۴۔ الملک

دادِ دے کا در دہ سوئے رسے گذار   کردہ پنہاں گنج درشاہوار

۵۔ القدوس

خالق بے اوّل و بے آخر است   ہم او از جملہ اشیا ظاہر است

۶۔ السلام

بہر او ہر سو رخ نقاب انداختہ   مہر او ہر سو دلے سر باختہ

۷۔ المومن

جاں درین رہ تا بر دیوے از و   از قدم تا فرش شد موئے از و

۸۔ المہیمن

لمعۂ نادیدہ در ایمن تمام   کے شود موسیٰ صفت عالی مقام

۹۔ العزیز

ذرّۂ بے خود کجا آگہ شود   از مقام مہر و ماہ آخر بخود

۱۰۔ الجبار

بر جہاں از ذرّۂ کم آشکار   شد تجلی کرہ زان شد بے قرار

۱۱۔ المتکبر

دل سلامت خواہی آخر جانِ من   گیر دل با خود بگو۔ بشنو سخن

۱۲۔ الخالق

دِل ترقی یابد از اخلاقِ خویش   دِل ز خلق خویش یا اوجِ ماہ کش

۱۳ - البارئ

چون بلا را دل ز بہر روئے یار   در طریقت کرد از جان اختیار

۱۴ - المصور

عالم بے چشم سر ما بی عیان   جمع یابی صورت رہ جانیان

۱۵ - الغفار

شادم اند درد و غم بے انتہا   خالقا کم دار بے دادے مرا

۱۶ - القہار

زاد راہ راستاں جز غم مدان   راہِ قلایانِ بود بر عکس آن

۱۷ - الوہاب

ہست شمعِ خانہ آہِ سوزناک   آہِ دل گر ہست ما را زاں چہ باک

۱۸ - الرزاق

چرخِ اعلیٰ دیدہ دِل یراوجِ ماہ   ساختہ منزل بہ ہمراہی آہ

۱۹ - الفتاح

الفتِ گیری بہ تصویر اجل   بانی آخر جاودان و لم یزل

۲۰ - العلیم

زندہ جاوید را آخر چہ غم   جان اگر صدرہ بر آید در الم

۲۱ - القابض

چون بود دِل در قضا بے سرکشی   در میانِ صد غش باشد خوشی

۲۲ - الباسط

سوز غم کان شعلہ ہائے آتش است   در دلِ طالب چو آماید خوش است

۲۳ - الخافض

می دہد دود دلِ محنت کشاں   از صفا و از جلائے دل نشاں

۲۴ - الرافع

دل از اصل و فرع برکن راست دل   باش پیوند مراد از خود گسل

۲۵ - المعز

ہر کہ باشد در دلش نور اِلٰہ   از دلِ او لمعہ افتد سوئے ماہ

۲۶ - المذل

لذتِ دل یافتی چوں با الم   با چناں شوق از محبت نیست غم

۲۷ - السمیع

چوں کشادی روئے دل اے دیدہ ور   می نگر ہر سوئے خورشید دگر

۲۸ - البصیر

دارد اہل دل ز روئے اختیار   دیدۂ بیدار در لیل و نہار

۲۹ - الحکیم

ہر کہ او شد در بصیرت ہر کمال   ہر کمال آمد دلش از روے حال

۳۰ - العدل

عالمے دارند آخر چشم و دِل   چشم و دل چوں تا نمانی پا بہ گل

۳۱ - اللطیف

حال و نقد او طلب در دل گزاں   اندکے باشد ترا گنج نہاں

۳۲ - الخبیر

صورتِ شہ گر ز دل فانی شود   یابی از خیر آنچہ مقصودت خبر

۳۳ - الحلیم

اہلِ دل پنہاں سوئے حق مِیل دِل ماندہ در کنجِ ریاضت متصل

۳۴ - العظیم

آشکارا بہر ایشاں دمبدم نقدِ عشرت گشتہ گویا در الم

۳۵ - الغفور

ہم چو زر در خود ازاں رو تافتہ ز آتشِ محنت صفائے یافتہ

۳۶ - الشکور

اہلِ شک راہے رود ناچار دور از طریقِ اہلِ شک بسیار دور

۳۷ - العلی

گفت یک رو دامنِ رہبر گرفت اے خوش آں کو ناداں رہبر گرفت

۳۸ - الکبیر

دل بہ کل از غیر بردار نخست آنکہ خواہد رہبر ایں راہ چست

۳۹ - الحفیظ

نیست دیک لحظہ راہے در درون ہست سیر اہلِ دل از حد بروں

۴۰ - المقیت

تا بآں واصل کند مقدارِ خویش چشم بر اوجِ فلک در کارِ خویش

۴۱ - الحسیب

زاں سببِ دل بے خود است اندر جہاں ہست مطلوب از دل و جاں در نہاں

۴۲ - الجلیل

زاں جلا ظاہر شود بے اختیار دِل جلا گر باید آخر روئے یار

۴۳ - الجمیل

دل جلا باید اگر گردد سلیم　　بس شود روئے جمالِ حق مقیم

۴۴ - الکریم

در فقر از ہر کہ پرسیدم نشاں　　گفت اگر پرسی بپرس از بہرِ جاں

۴۵ - الرقیب

سال و مہ چوں در طلب بے پا و سر　　باشی از فقرا اندکے یابی خبر

۴۶ - المجیب

دردِ فقرت چوں گریباں گیر گشت　　رایتِ جاہت ز گردوں برگذشت

۴۷ - الواسع

بادشاہِ فقر را در ملکِ جاں　　ہست پلے در بپے نوا خورشید ساں

۴۸ - الحکیم

چرخ کحل کردہ از خاک پاش　　بود دریا یک نم از ابرِ عطاش

۴۹ - الودود

ذرا اگر گیرد بکف باشد چو خاک　　نیست چو باں دلاور ناں چہ باک

۵۰ - المجید

جملہ را دل جوئے و رہبر دستگیر　　فیض بخش عالم از نورِ بصیر

۵۱ - الباعث

گرد بر بالائے چرخ آرام گاہ　　گشتہ نقد عرش از لطفِ الٰہ

۵۲ - الشہید

باالہش دل دل از یاد جہاں　　برگرفتہ آشکارا و نہاں

۵۳- الحق

فیض عام او که هر جا می رسد — از پئے هم سوئے دل ها می رسید

۵۴- الوکیل

بود خیل سرکشان او را گدا — تاجِ خود کرده ملوک آن خاک پا

۵۵- القوی

دائم از خلقِ نکو دل جوئے خلق — سوئے خالق" روئے او نے سوئے خلق

۵۶- المتین

در پناهِ صید او از صد بلا — دل سلامت دیده آخر خویش را

۵۷- الولی

دید خانی خویش را از قوتِ خویش — لوح خالی ساخته از نقشِ خویش

۵۸- الحمید

کعبهٔ کوئش بهشت جاوداں — جائے دل آخر همال باید نهال

۵۹- المحصی

دل بود آخر سوئے مقصود پئے — چوں بود در اصل محکم روئے وے

۶۰- المبدی

عابدے بر عالم آمد روئے اوست — روئے دلها قبلهٔ جان سوئے اوست

۶۱- المعید

هم چنیں عالم اگر آید بدست — سر بنه بر پائے او هر جا که هست

۶۲- المحی

حالِ محروماں نگر اے دل به پیش — فکر کن بنگر چه داری به پیش

۶۳ - المحی

گر تو خواہی تخم حرماں کاشتن دائمت خواہد پریشاں داشتن

۶۴ - الحی

اے کہ داری مخزنِ نقدِ ازل حیف باشد صرف کردن بے محل

۶۵ - القیوم

چون خور و خوابِ تو تخم غم فزود ہرچہ می کاری ہماں خواہی درود

۶۶ - الواجد

رشتۂ جاں را ز فکر ناصواب جاوداں یابی دلا در پیچ و تاب

۶۷ - الماجد

تابشِ جاں را ندا اندر کشی تا نیفتد ناگہاں در آتشے

۶۸ - الواحد

سوزد از اندوہ سرتاپائے خویش گر بہ بیند یک بہ یک ماوائے خویش

۶۹ - الاحد

حالِ دِل درد اکہ دارد انقلاب ہست دائم از امل در پیچ و تاب

۷۰ - الصمد

از فرازِ بارگاہِ عز و جاہ افگند دِل را امل در خاکِ راہ

۷۱ - القادر

یہ دلِ غافل کہ از حرماں خوش است ہست نقش یک بہ یک آں خوش است

۷۲ - المقتدر

گشتہ حرص و آز و غفلت غالبش مقتدائے بے حد از ہر جانبش

۷۳ - المقدم

یا یکے گر باشد آخر روے ماہ ماہِ چرخ از قدر آید سوئے ماہ

۷۴ - الموخر

رو بہر جا نقص دینداری بود ناقص از علم و خرد عاری بود

۷۵ - الاول

یک دل و یک رو گر آید خاک راہ باشدت بر اوجِ عزت بارگاہ

۷۶ - الآخر

آخر از فضلِ خود و احسان درآر در مقامِ طاعتم اے کردگار

۷۷ - الظاہر

در امیدِ رحمتِ دارد بدست نسخۂ الطاف آخر ہر کہ بست

۷۸ - الباطن

رہ بر امید کرم بکشادہ طالبان را سر در آن رہ دادہ

۷۹ - الوالی

چوں سرو با طالب بے پا و سر ز آتشِ غم سوخت سوئے وے نگر

۸۰ - المتعالی

فیضِ رحمت با جمیع کائنات بود بیش عالمت در حدِّ ذات

۸۱ - البرّ

رحمتے فرما کہ ماندم در حجاب اختر اقبال من شد در سحاب

۸۲ - التواب

گشت بے حد در حرماں چوں تواں جز بفضلت رستن از وزر جہاں

۸۳ - المنعم

دردلم چوں مہر از جانانہ تافت دیدہ اورا چو نعم بر خود نیافت

۸۴ - المنتقم

جز تو مقصد نیست از توفیق تست التجائے من بآں مقصد نخست

۸۵ - العفو

در سواد خویش دیدہ دل ز نور پر توے دارد تمنائے حضور

۸۶ - الرؤف

لطفِ عام تست با اغیار و دوست گر دہ رو در التفاتے ہر کہ ہست

۸۷ - مالک الملک

آفرینش یکسا قلم در کلک تست ال ورا ملاکِ دلم در ملک تست

۸۸ - المقسط

قسمے از عالم بیفزاید رواست اندکے زین قسم بسیار از عطاست

۸۹ - الرب

بر نہ گردد دل ز یادِ نام تو زانکہ او پروردہ شد از انعام تو

۹۰ - الجامع

یا اجل گردان دل ما آشنا آخر از عین کرم اے رہنما

۹۱ - الغنی

جاو منزل تا چہ از منزل نشین باز ماندہ بہرہ باشد ز دین

۹۲ - المغنی

در دل ما آخر از فضل اے عظیم دار کرم مہر باقی مستقیم

۹۳ - المعطیٰ

بر بلا دل نہ پس آنگہ کن طلب مطلب خود را ز بخششہائے رب

۹۴ - المانع

سالم آں باشد کہ ہست او مہربان سر خدا سازد و بندیشد از ان

۹۵ - الضار

از وفا و مہر عبرانہ تام کو دل ز اصل آن گرفتہ نام از و

۹۶ - النافع

آب داری در خم طاق پہر آخر از دانا وفاداری و مہر

۹۷ - النور

دل ز انصافش ہمہ باد رنمود ذکر عیش خویش از ہر کس شنود

۹۸ - الہادی

از دل اخلاص و مروت متصل از سر اخلاص جوید اہل دل

۹۹ - البدیع

طالب حق را بود رو در ضمیر آخر از دنیا و عقبیٰ گوشہ گیر

۱۰۰ - الباقی

قابل فیض خودم دارے الٰہ اے دل قابل نہ توجستہ پناہ

۱۰۱ - الوارث

اے ز تو خورشید و مہ آئینہ فام ماہ نو ز آئین انوارت تمام

۱۰۲ - الرشید

سوئے غفلت چون شنیعہ است رو آخر از جود تو دارد گفتگو

۱۰۴۔ الصبور

از دل زاد انچہ باید دور دار　　چشم جانش با نشانِ نور دار

ثمرات الحیات میں حضرت شاہ عیسیٰ جندیؒ کی ایک غزل ملتی ہے[1]

اے طوطیِ خوش گوے بہ منقارِ دو عالم　　شد آیئنہ روے تو رخسارِ دو عالم

خواہی زرخِ خویش زہر گونہ تماشا　　ورنہ غرضت چیست زاظہارِ دو عالم

زلفِ سیہت در تتقِ غیب نہاں بود　　ظاہر شدہ در کسوتِ اغیارِ دو عالم

آں جانِ جہاں کز خود و ز غیر نہاں بود　　گشت است عیاں بر سر بازارِ دو عالم

جندی نشین جزے ومعشوق زمانے

چوں ہست دلم مخزن اسرارِ دو عالم

مستزاد[2]:—

گاہے بہ من سوختہ دل نعرہ زند　　با دیدۂ گریاں

گاہے لب من بالب او خندہ کند　　وہ عیش کناں

نے نے غلطم چوں بہ حقیقت نگرم　　در وحدت و کثرت

خود اوست اگر گرید و گر خندہ کند　　آں فتنۂ فتاں

رباعیات[3]:—

(۱)

سمعے کہ بہ حق باز شود حق شنود　　باطل چو رسد در نظر اہل شہود

ہر چیز کہ بود شاہد مطلق نخود　　حق حق بود او گرچہ زنا حق شنود

(۲)

در ہر ورقے سورۂ رویت خوانم　　در ہر نظرے زلف سطرے دانم

اشیا ہمہ آئینہ ہر کس　　زانکہ بہ ذاتت ہمہ مدرج دانم

---

[1] ثمرات الحیات قلمی ورق ۹۳ الف [2] عین المعانی ص۱۳ [3] رباعیات نمبر۱ عین المعانی ص۲۷، نمبر۲ ،، ،، ص۲۸

در زلفِ بتاں کفر عیاں است عیاں[3] نور رُخِ شان عین جوابست و بیاں
تفسیر ازاں ہر دو بود لیل و ضحےٰ القصہ نشانِ بے نشان است نشاں

با عیٔ بدلت چند رسد زخم ز غیر[4] ہاں ہاں بنود غیر وجود ے تو بہ سیر
از خود گذرا اے بوالہوسی لاف زنی زیرا کہ خدا محض وجود است بہ خیر

تخلیص معانی ز کنایات مجو[5] خود را بدر انداز دمباہات مجو
خواہی کہ بری پے دلارام وفا تحقیق حقائق ز اشارات مجو

بیرون ز حدودِ کائنات است دلم[6] برتر ز احاطۂ جہالت است ہم
فارغ ز تقابل صفات است دلم مرأت ربوبیت ذات است دلم

ہم دِل بہزار جان گرفتار تو است[7] ہم جان بہزار سر خریدار تو است
اندر طلبت نبوذ داند نہ شہود آنکس کہ صفاتش دیدۂ دیدار تو است

در آئینہ گرچہ خود نمائی باشد[8] پیوستہ نہ خویشتن جدائی باشد
خود را بمثالِ غیر دیدن عجب است این بوالعجبی کار خدائی باشد

رسالہ وحدتِ وجود میں حضرت شاہ لشکر محمد عارف کی منقبت میں ذیل کے اشعار مرقوم ہیں ؎

مرشد کامل کہ نامش لشکر است لشکر اہل صفا را رہبر است
دیدہ اش بینا شدہ از نورِ حق چوں کلیم اللہ شد بہ طورِ حق
مقتدائے جملۂ اہلِ ذوق
پیشوائے زمرۂ صدق و صفا

رباعیات :- نمبر ۳ ص ۱۳/ا/ قلمی ۱۰۰ اب ص ۱۸۰ / ۲ قلمی نسخہ ص ۱۳۲ / ۳ ص ۱۲/۱۲

رسالۂ دقیقہ کے آخر میں ایک رباعی اور ملتی ہے ؎

ہیچ می دانی تو خود را ہستی یا نیستی — خویش را بشناس دیگر کیستی و چیستی
آنکہ می گوید کلیم است آنکہ می بیند بصیر — وانکہ می خود سمیع است پس بگو تو کیستی

تبصرہ

ذیل میں رباعیات پر تبصرہ پیش کیا جا رہا ہے۔
توحید اور ترکِ خودی کی تعلیم سلیس انداز میں دی گئی ہے۔

ساعی بدلت چند زسر انجم زغیر — ہاں ہاں نبود غیر وجود تو بہ سیر
از خود گذر اے بوالہوسی لاف زنے — زیرا کہ خدا محض وجود است بہ خیر

برجستگی داد کے قابل ہے۔

تخلیص معانی ز کنایات مجو — خود را بدر از دزد عبارات مجو
خواہی کہ بری پے دلارام و فا — تحقیق حقایق ز اشارات مجو

اشارات بو علی سینا کی مشہور کتاب ہے اور

بو علی اندر غبار ناقہ گم — لیک دو جی پردۂ محمل گرفت

اشارات کا مطالعہ کرنے والے بھی جادۂ مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔
جو سالک اپنے محبوب حقیقی کی خدمت میں وفا کا تحفہ لیجانا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ حقایق کی تحقیق "اشارات" میں نہ کرے۔ منطقی استدلال قرآن سے انسان کو دور کر دیتا ہے۔ خود شناسی کے لیئے اشرف المخلوقات کے دائرہ سے باہر ہو کر تگ و دو نہیں کرنا چاہیے۔

من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ کی تفسیر۔

بیرون از حدود کائنات است دلم　　برتر ز احاطۂ جہات است دلم
فارغ ز تقابل صفات است دلم　　مرآت ربوبیت ذات است دلم

دلت بہزار جان گرفتار تو است　　ہم جان بہزار سر خریدار تو ہست
اندر ظلمت نبود اندر نہ شہود　　آنکس کہ صفاتش دیدہ دیدار تو ہست

اس رُباعی کی شانِ نزول معین المعانی میں یوں مرقوم ہے۔

"می فرمودند روزے بزیارت تربت شریف شاہ لشکر محمدؐ عارف قدس سرہٗ می رفتم در راہ ایں رباعی رو داد"

مستزاد میں ہمہ اوست کے مسلک کی تشریح کی ہے۔ نے سے غلطم میں ہمہ اوست کی پوری وضاحت ہے۔

گاہے من سوختہ دل نعرہ زند　　با دیدۂ گریاں
گاہے لبِ من از لبِ او خندہ کند　　دہ عیش کناں
نے نے غلطم چوں بحقیقت نگرم　　در وحدت و کثرت
خود اوست اگر گریہ و گر خندہ کند　　آں فتنۂ فتاں

تعلیماتِ جندی

بزرگانِ دین اور اولیائے عظام کے ملفوظات کی جہاں دینی برکت، اور مذہبی اہمیت مسلّم ہے وہاں ان کی تاریخی عظمت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان ملفوظات سے صاحبانِ ملفوظ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ خاص خاص اوقات میں

اِن روشن ضمیروں پر جو کیفیات طاری ہوئی ہیں ان کا ذکر ہمارے لیے باعث خیر و برکت اور موعظت روحانیت کا موجب ہوتا ہے۔ اِن کی زبانِ فیض ترجمان سے جو کلمات وقتاً فوقتاً صادر ہوتے ہیں۔ وہ ہماری زبان کے ارتقائی پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

اِن بزرگوں کا طریق یہ تھا کہ مسند درس پر یا غیر اوقات میں زبانِ خوارق سے سیر و سلوک کے نکتہ ہائے عجیب اور اشارات غریب آیات واحادیث کی تفسیر و تشریح۔ مختلف آیات کی شانِ نزول۔ مقامات عروج و نزول صوفیا اور تصوف کے اسرار و غوامض بیان کرتے رہتے تھے۔ کسی بھی عقیدت مند کو ان کی ترتیب و تبویب اور تہذیب و تدوین کی سعادت نصیب ہو جاتی تھی۔

ارادت کے نیک اور سعادتمند ہاتھوں سے مرتبہ ملفوظات اِن بزرگوں کے حالات اور تعلیمات کا مستند اور معتبر ماخذ ہیں۔ اِن میں عوام کی زندگی کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ ان سے عام گفتگو کی زبان کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

سطورِ ذیل میں حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہؒ کی تعلیمات کا خاکہ خاص خاص عنوانات کے تحت پیش کیا جا رہا ہے۔

آیاتِ کریمہ کی شانِ نزول: ۔ حضرت شاہ عیسیٰ جنداللہؒ کو قرآن مجید میں کمال درک و تدبّر حاصل تھا۔ تفسیر انوار الاسرار ان کے مفسرانہ کمال کی شاہد ہے۔

۱؎ ماخوذ از بزم صوفیہ

چند آیات کی تفسیر اور شانِ نزول کشف الحقایق میں مرقوم ہے۔

آیۂ کریمہ :- "فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً
صالحًا ولا یشرک بعبادة ربہ احداً"

اس آیۂ کریمہ کا سببِ نزول بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ ایک
مرتبہ حضرت زبیر عامری رضی اللہ عنہ نے حضور رسالت مآب کی
خدمت میں عرض کیا میں خدا کے لیے عمل کرتا ہوں لیکن اگر کسی کو اسکی
اطلاع ہو جاتی ہے تو خوش ہوتا ہوں۔

حضور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اس عمل کو
قبول نہیں کرتا۔ جس میں غیر شامل ہو۔

حضور کے قول کی تصدیق میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی[1]

(۱) فمن کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرة اعمیٰ۔

(۲) وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔

ان آیات کریمہ کی تشریحات کرتے ہوئے یہ نکتہ سمجھایا کہ
طالب و عاشق کا شوقِ دیدار جتنا بڑھتا جاتا ہے لذتِ نظر میں
اضافہ ہوتا جاتا ہے[2]

آب کم جو تشنگی آور بدست ۔ تا بجوشد آب از بالا و پست (رومی)

فرماتے تھے کہ آیہ کریمہ :-

ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداة والعشی

---

۱ کشف الحقائق قلمی ورق ۳۰ ۲ کشف الحقایق قلمی ورق ۲۵ ب

یریدون وجہہ ما علیک من حسابہم من شیئٍ وما من حسابک علیہم من شیئٍ فتطردہم فتکون من الظالمین[1]

اصحاب صفہ کے حق میں ہے اس آیۂ پاک کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ قریش کی ایک جماعت نے فریب ودغا کے طور پر حضور سرورِ کائنات سے عرض کیا کہ بعض مسلمان کہ ان کے لباس میلے اور جسم بدبودار ہیں۔ ان میں سے بعض غلام ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ بیٹھنے سے عار آتی ہے۔ ایک روز یہ آپ کی صحبت میں رہیں۔ ایک روز ہم حضرت رسولِ کریم نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ سے مشورہ کیا۔

اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میری اُمت میں ایسے بھی لوگ ہیں جن کی تعریف قرآن میں اس طریقہ پر ہے[2]

صوفیانہ انداز میں صراط مستقیم کی تفسیر فرحی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے
"صراطِ مستقیم بر دو نوع است - یکے انبیائی
دوم اسمائی

انبیائی عبارت از آں ست کہ بر متابعت انبیا باتباع ظواہر اوامر واجتناب از نواہی عمل نمودہ باشد چنانچہ زہاد عباد

---

[1] کشف الحقائق قلمی ورق ۲۳ ب [2] کشف الحقائق ورق ۲۷ ب

واہل تقویٰ وورع ظاہری عمل می نمایند و مراد ازیں صراط است کہ در سورۂ فاتحہ واقع شدہ

اھدنا الصراط المستقیم .... الخ

واسمائی اشارات آنست کہ بحکم ما من دابۃ الا ھو اخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط المستقیم ۱؎

آیات کی تفسیر و تشریح میں جا بجا احادیث کے بھی حوالے دیئے گئے ہیں۔ ان احادیث کی بھی ضمنی طور پر وضاحت کردی گئی ہے۔

اشعار کی تشریح:۔ ایک مرتبہ حضرت کے ایک مخلص مرید فاضل زماں شیخ ابوالخیر نے حضرت سے ذیل کے شعر کے معنی دریافت کیے۔

نیستی ہم می شود آخر حجاب ✦ آہ ازیں حسرت شدہ دلہا کباب

حضرت نے فرمایا کہ جب بعض سالک مقام فنا میں قدم رکھتے ہیں تو "ذباب" کی مانند شہد ناب میں رہ جاتے ہیں اور مقام بقا تک نہیں پہنچ سکتے۔

شیخ محی الدین ابن عربی نے اس مقام کو حجاب اکبر سے تعبیر کیا ہے۔ اس مقام کی تشریح میں حضرت لشکر محمد عارف اور صاحب مرصاد العباد کے بھی حوالے دیئے۔

حضرت لشکر محمد عارف کا قول:۔

آں کہ بے خود است ہیچ نیست دائرۂ کار مرداں
خارج است وہر کہ باخود است مرد کامل است۔

۱؎ کشف الحقائق ورق ۲۰۵ ب

آنکہ سجانے ہمیں گفت آں زماں کہ ایں معانی گشتہ بود اندر اعیان

صاحب مرصاد العباد

احتیاج پیر و مرشد بیشتر کہ قبل از فنا زیرا کہ تا بہ مرتبہ
فنا بشدت ریاضت و مجاہدہ خود ہم رسیدن ممکن است
اما بعد از فنا تا آنکہ خدمت و ملازمت مرشد کامل مکمل
نہ کند و برو تصرف نہ نماید۔ بمقام لقا رسیدن نتواند۔

قسم اوّل لطافت و صفائی کی وجہہ سے عکس پذیر نہ ہو سکی
قسم دوئم کثافت کی وجہہ سے خزف کی مانند تھی۔
سرشت انسانی کثیف ہے مگر انسان لطافت روحانی اور
کثافت جسمانی کا جامع ہے۔ اس کی ذات قابل آئینگی قرار پائی۔
چو پشت آئینہ باشد مکرر کو نماید روئے شخص از روے دیگر
پس خدائے بزرگ و برتر از کمال عنایت انسان کو برگزیدہ
قرار دیکر اپنا جمال بے مثال اس میں مشاہدہ کیا اور جمیع مظاہر
موجودات سے ممتاز قرار دیا[1]۔

انسان کے بارے میں فرمایا کہ ضعیف تخلیق ہے۔
(خلق الانسان ضعیفا) لہذا اس میں تاب آزمائش نہیں ہے۔
اسے خدا کی جناب میں محبت و طاقت آزمائش اور معرفت
کے عطا کرنے اور اپنا محبوب بنانے کی دعا مانگنا چاہیے[2]۔

---

[1] کشف الحقائق ورق ۲۳ ب [2] کشف الحقائق ورق ۴۶

نفس :۔ فرماتے تھے کہ۔

انسان اور حیوان کا نفس مختلف الفاظ کی صورت میں
بہ سببِ اختلاف مخارج متعددہ ظاہر ہوتا ہے اور معانی متباین
پیدا ہوتے ہیں۔ مگر وہ نفس سادہ علیٰ حالہ باقی رہتا ہے۔ اسی طرح
نفس رحمانی بحسب استعدادات مختلف بصورت اشیا متعددہ
متبائنہ ظہور کرتا ہے اور اس کی حرافت ویسے ہی باقی رہتی ہے۔

اعیان ہمہ شیشہ ہا گوناگوں بود کافتاد بر آں پرتو خورشید وجود
ہر شیشہ کہ بود سُرخ یا زرد یا کبود خورشید در آں ہم بہ ہماں رنگ نمود

آفتابے در ہزاراں آبگینہ تافتہ شد بہ رنگے ہر یکے تاب عیاں انداختہ
جملہ یک نور است لیکن رنگہا مختلف اختلاف ایں و آں را در میاں انداختہ[1]

اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن :۔ فرماتے تھے کہ

جو لوگ خدا کی ذات و صفات کے ذکر اور اس کی تحقیق و
تفتیش میں رہتے ہیں ان کے دو گروہ ہیں :۔

(۱) اہلِ ظاہر .... اہلِ عقل

(۲) اہلِ باطن .... اہلِ کشف

ان دو گروہوں میں سے ہر گروہ دو گروہوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

---

[1] کشف الحقائق ورق ۱۴۰

اہل عقل کا ایک گروہ وہ ہے جو پیغمبر خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔ جو کچھ کرتے ہیں عقلی دلایل سے کرتے ہیں۔ اس قوم کو علماء مشائی کہتے ہیں۔

اہل عقل کا دوسرا گروہ وہ ہے جو خدائے عز وجل اور پیغمبر پر ایمان لاکر معانی قرآن و حدیث اور فقہی مسائل پر عمل کرتا ہے۔ لیکن قرآن کے باطنی معنی سے کہ

ان القرآن ظہرا و بطنا و لبطنہ بطنا الی سبعۃ ابطن ؕ

بہرہ نہیں رکھتا ہے
جمال چہرۂ قرآن نقاب آنگاہ بکشاید
کہ دار الملک ایمان را مجرد یابد از غوغا

وہ معرفت استدلالی کا قایل ہے ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکین بود رومی

اس گروہ کو علمائے متکلمین اور اہل سنت والجماعت بھی کہتے ہیں اہل کشف کے۔ ایک گروہ کو رواقی کہتے ہیں رواقی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ۔ حکیم افلاطون نے ایک رواق بنایا تھا اس میں کئی حجرے تھے۔ ہر طالب کو ایک حجرہ دیدیا تھا۔ اس میں وہ قانع ہوکر اور ترک طمع کرکے تہذیب اخلاق میں مشغول ہوجاتا تھا۔

دوسرے گروہ کو اشراقی اس لیے کہتے ہیں کہ اشراق انوار ریاضت سے انکا باطن اس قدر مصفا ہوجاتا ہے کہ سبق کا جزو ہاتھ میں لیکر دل کی زبان سے قراءت کرتے تھے۔ لیکن رسول وقت کی

متابعت کے شرف سے محرومی کی وجہ سے گمراہ تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مقرب بارگاہ رب العزت ہیں۔ ان کو رسولؐ کی ضرورت نہیں[1]

صوفی:۔ وہ ہے کہ اس کو ہر قدم پر دو تجلیاں نظر آتی ہیں۔ بعض نے دو تجلی سے مراد نفی و اثبات لی ہے یعنی صوفی وہ ہے کہ ہر قدم پر نفی و اثبات میں مشغول رہے[2]۔ صوفی وہ ہے کہ جتنے مرتبہ قرآن پاک کا مطالعہ کرے اُتنے مرتبہ جدید معنی اس کے دل میں وارد ہوں[3]

عارف:۔ عارف وہ ہے جس کی ہر حرکت و سکنت خدا کے لیے ہے[4]۔

عارف مبتدی کی مثال ایسی ہے جیسے گرمی میں طلوعِ آفتاب کے وقت صاف آئینہ دھوپ میں رکھیں تو اس میں آفتاب اور آئینہ دونوں نظر آتے ہیں۔

عارف متوسط کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دوپہر کے وقت شعاعوں کی شدت کی وجہ سے نہ آفتاب نظر آتا ہے نہ آئینہ۔

عارف منتہی:۔ عارف منتہی کی مثال ایسی ہے جیسے بعد نیم روز تا غروبِ آفتاب آئینہ اور آفتاب دونوں نظر آتے ہیں۔

بظاہر مبتدی اور منتہی کی حالت یکساں ہے مگر دونوں میں بعد المشرقین ہے۔

۱۔ کشف الحقائق ص ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵ ۲۔ کشف الحقائق ورق ۱۱۹ الف
۳۔ کشف الحقائق ورق ۱۱۰ ۴۔ کشف الحقائق ورق ۲۸

کار پاکان از قیاس خود مگیر گرچه باشد در نوشتن شیر شیر[1]

عبادت: — عبادت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عبادت .... بندگی کردن است

(۲) عبودیت .... بندہ بودن است

(۳) عبودت

عبادت سے مراد وہ طاعت ہے جو رسمًا۔ عادتًا یا غرضًا ہو۔ غرض خواہ کوئی بھی ہو۔ خوفِ دوزخ۔ امید بہشت۔ یا حصول مقاماتِ و مکاشفات۔ عبودیت سے مراد وہ طاعت ہے جو خالصًا اللہ کے واسطے ہو اور اس میں غرض کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ عبودت وہ طاعت ہے جو غلبۂ ذوق وحدت اور حالت بے کیفی میں ادا کی جائے[2]

اعمال بے ریا: — اگر طالب حق ملازمت خلق سے ڈرتا ہے اور اس کے اعمال خلق کی نظر سے گذرتے ہیں تو یہ کمالِ ریا اور سببِ ضلالت ہے[3]

طالب حق جب راہِ طلبِ حق میں قدم رکھے تو چاہیئے کہ خود کو اور ساری دنیا کو مردہ تصور کرے تاکہ ریا اور نمایش سے خلاصی پائے[4]

طالبِ حق جب معرفت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور ریا اس کے درون میں آجاتی ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس

---

[1] کشف الحقائق ورق ۳۰ [2] کشف الحقایق ورق ۲۷

[3] کشف الحقایق ورق ۲۰

وراطے سے رہائی کس قدر مشکل ہے[1]

علم :۔ علم ایک صفت ہے اگر اس کی تمام تفصیل پوری کروگے تو تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی بے کس کسی بادشاہ کے امیروں سے آشنا ہوگیا ہے اور اگر ذکر حق کروگے تو خدا سے آشنا ہوجاؤگے اور اس کے تمام اوصاف سے متصف ہوجاؤگے۔ تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے بادشاہ سے آشنا ہوگئے[2]

شکر :۔ شکر سے یہ عبارت ہے کہ ہر عضو اس عبادت میں مصروف ہوجائے جس کے لیئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

"شکر عبارت ازاں است کہ ہر عضوے کہ برائے
عبادتے آفریدہ اند۔ بآں عبادت مشغول گرداند"[3]

تواضع اور رغبت :۔ تواضع اور رغبت میں یہ فرق ہے کہ تواضع وہ فروتنی ہے جو حق تعالیٰ کے لیئے ہو اور رغبت وہ فروتنی ہے جو اپنی خاطر کی جائے اور اس سے طمع پیدا ہو۔

طمع کے متعلق اس مقام پر مرتب ملفوظا کشف الحقائق۔ فرحی نے اپنا ایک شعر نقل کیا ہے ؎

طمع شوم از نقط خالی ✿ چوں درختیست بے گل و خار[4]

کشف و کرامات :۔ اولیاء کی کرامات ان کا ادنیٰ مرتبہ ہیں۔ لوگ ان کا کمال تصور کرتے ہیں[5]

---

[1] کشف الحقائق ورق ۲۰ ب [2] کشف الحقائق ورق ۱۷ ب [3] کشف الحقائق ورق ۲۲
[4] کشف الحقائق ورق ۱۳۶ [5] کشف الحقائق ورق

وحدتِ وجود:۔ مطلق سے مقید کی نسبت ژالہ کی مثال سے بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ عیسے جند اللہ ؒ نے فرمایا:۔

"مثالِ وحدت ژالہ مناسب تراست۔ جہت آنکہ ژالہ محض آب است کہ بواسطۂ انجماد نام ژالہ گرفتہ۔ ہم چنیں نسبت مقید بہ مطلق"[1]

فنا و بقا:۔

لوگ فنا و بقا کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ صاحب فنا کھانے پینے۔ سونے بولنے اور سننے بلکہ تمام حرکات و سکنات سے باز رہتا ہے اور مجانین کی مانند مسلوب العقل ہوکر تکالیف شرعی سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ صاحبِ فنا کھاتا ہے، سوتا ہے، بولتا ہے اور احکام شریعت پر مستقیم رہتا ہے۔[2]

سالک کے باطن میں ہستئ حق کے ظہور کے استیلاء کی وجہ سے جو بے کیفیتی پیدا ہوجاتی ہے وہ فنا ہے اور عین فنا را لفنا میں جو شعور بے خودی رونما ہوتا ہے لقا ہے۔[3]

سوال:۔ مفلس کو سوال کرنے پر یا بے طلب دے دینا چاہئے کیونکہ دل کی حالت متغیر ہوتی رہتی ہے اور سخاوت کے بدلے بخل کا وسوسہ دل میں پیدا ہوجاتا ہے۔

دل ایک صحرا افتادہ پر کے مانند ہے جسے ہوا کبھی ادھر لیجاتی ہے

---

۱ کشف الحقائق ورق ۸۲ ب۔ ۲ کشف الحقائق ورق ۳۲، ۳۳

۳ کشف الحقائق ورق ۳۳ ب۔

اور کبھی اُدھر۔[۱]

حرکت ناموزوں دلیل حرمانی ہے۔[۲]

خدا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہ ہونا۔[۳]

مُرشد کی رہنمائی:۔ مُرشد کی رہنمائی کے بغیر منزل رسی مشکل ہے۔ کوئی چاہے کتنا ہی بڑا عالم باعمل ہو۔ جب تک عرفائے اہل تصرف میں سے کسی کی انابت نہ کرے گا۔ اسرارِ الٰہی اور انوارِ لا متناہی اس کے موافق دل سے طلوع نہ ہوں گے۔

بسعیِ خود نتواں بُرد گوہر مقصود
خیال بود کہ ایں کار بے حوالہ برآید

فیض معارف اولیائے حق دل سے دِل کو پہنچتے ہیں۔[۴]

مُرشد:۔ مُرشد صیاد مرغابی گیر کے مانند ہے۔[۵]

صیاد مرغابی گیر ایک مرغابی کی اندرونی آلائش پاک کرکے اُسے خشک کرکے سر پر رکھ لیتا ہے اور آہستہ سے مرغابیوں کے درمیان پانی میں پہنچ جاتا ہے۔ تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ بھی مُرغابی ہے۔ پھر وہ ایک ایک مرغابی پکڑتا ہے اور اس زنبیل میں ڈالتا جاتا ہے۔ جس کو وہ پیٹھ کے پیچھے باندھے ہوئے رہتا ہے۔

اسی طرح خدا نے مرشد کو پاک کرکے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔

۱؎ کشف الحقایق ورق ۴۵ ۲؎ کشف الحقائق ورق ۲۷ ۳؎ کشف الحقائق ورق ۲۹
۴؎ کشف الحقائق ورق ۱۷ ۵؎ کشف الحقائق ورق ۸۳ ب/ ورق ۸۹

کردصیاد سر بہ کالبدم — تا ہمہ صید ہا بگیرانم
در وجودم ہمیشہ اوست بکار — تہمت بیہدہ است بر جانم
(مسعود بکؒ[1])

فیضِ حق تعالیٰ سبحانہٗ پیر و مرشد کے واسطے کے بغیر طالب و مرید کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

روئی کو پنبہ زار میں ایک مدت تک رکھنے کے بعد بھی اس میں آگ نہیں پیدا ہو سکتی۔ صاف آئینے یا آبگینے کے پیچھے رکھنے کے بعد اس میں آگ پیدا ہو جاتی ہے۔

مرشد کو آئینہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کے واسطے کے بغیر آتشِ جذبِ الٰہی میسر نہیں آ سکتی۔

زمن جانِ پدر این پند بپذیر	برو فتراک صاحب دولتے گیر
کہ قطرہ تا صدف را در نیابد	نگردد گوہر روشن نتابد
اگر تاثیر صحبت نیست اے دوں	بیاید ہیچ مرغ از بیضہ بیروں
اساس کار را تو محکم افتاد	کہ موسیٰ را خضر می گردد استاد
چوں ممکن نیست رفتن بے دلیلے	بباید مصطفیٰ را جبرئیلے[2]

طالبِ صادق اور سالک عاشق کو چاہیئے کہ "احفا در زخ صغریٰ" میں ایسی کوشش کرے کہ تمام "اوراق ممکنات" میں اسے مرشد کی لطیف صورت نظر آئے یا ہر وقت اس کا جلوہ پیشِ نظر رہے۔

---

[1] کشف الحقائق ورق ۳۸ ب — [2] کشف الحقائق ورق ۱۸ ب

بلکہ خود کو اس کی صورت میں ایسا محو اور مستلاشی کر دے کہ اپنی حرکات و سکنات میں بھی وہی ہو جائے[1]

طالبِ حق جب معرفت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور دریا کے درون میں داخل ہو جاتی ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس ورطہ سے رہائی کس قدر مشکل ہے[2]

آفاتِ غرض سے مصؤن و محفوظ رہنے کے لئے طالب کو اپنے احوال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے[3]

مرشد کی خدمت میں ریاضت و مجاہدہ سے اخلاقِ ذمیمہ کو اوصافِ حمیدہ میں تبدیل کر لینا چاہیے[4]

مذکورہ بالا تعلیمات میں تزکیہ و تصفیہ ظاہر و باطن کے نکات و اشارات بیان کئے گئے ہیں۔

تمت

---

[1] کشف الحقائق ورق ۱۲ ب [3] کشف الحقائق ورق ۲۷ الف

[2] " " ۲۰ ب [4] " " ۲۸ الف